نمبر ۱۴۶ | مورخہ ۱۸ جون سنہ ۱۹۳۱ء | یوم پنجشنبہ | مطابق ۲۹ محرم سنہ ۱۳۵۰ھ | جلد ۱۸

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی صحت اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے اچھی ہے۔ حضور کے حرم ثانی کو ابھی تک کلی صحت نہیں ہوئی۔ اگرچہ پہلے کی نسبت بہت آرام ہے۔ احباب دُعا کرتے رہیں۔

جلسہ بٹالہ ختم کرکے تمام دوست ۱۶۔ جون کو ۱۲ بجے کی گاڑی سے واپس دارالامان آ گئے۔ مفصل اطلاع دُوسری جگہ درج ہے۔

منشی فخر الدین صاحب ملتانی گھٹنے پر کاربنکل نکل آنے کی وجہ سے بیمار ہیں۔ کلورا فارم کے ذریعہ اپریشن کرانا پڑا ہے۔ احباب دعائے صحت کریں۔

جناب مفتی محمد صادق صاحب کی اہلیہ صاحبہ تاحال لاہور زیر علاج ہیں۔ ان کی صحت کے لئے بھی دعا کی جائے۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مرشد اور مرید کے تعلقات

"مرشد اور مرید کے تعلقات اُستاد اور شاگرد کی مثال سے سمجھ لینے چاہئیں۔ جیسے شاگرد اُستاد سے فائدہ اُٹھاتا ہے اُسی طرح مرید اپنے مرشد سے۔ لیکن شاگرد اگر اُستاد سے تعلق تو رکھے۔ مگر اپنی تعلیم میں قدم آگے نہ بڑھائے۔ تو فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ یہی حال مرید کا ہے۔ پس اس سلسلہ میں تعلق پیدا کرکے اپنی معرفت اور علم کو بڑھانا چاہیئے۔ طالبِ حق کو ایک مقام پر پہونچکر ہرگز ٹھیرنا نہیں چاہیئے۔ ورنہ شیطان لعین اور طرف لگا دے گا۔ اور جیسے بند پانی میں عفونت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر مومن اپنی ترقیات کے لئے سعی نہ کرے۔ تو وُہ گر جاتا ہے۔ پس سعادت مند کا فرض ہے۔ کہ وُہ طلب دین میں لگا رہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے بڑھکر کوئی انسان کامل دُنیا میں نہیں گزرا۔ لیکن آپ کو بھی رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ کی دُعا تعلیم ہوئی تھی۔ پھر اور کون ہے۔ جو اپنی معرفت اور علم پر کامل بھروسہ کرکے ٹھیر جائے۔ اور آئندہ ترقی کی ضرورت نہ سمجھے"۔ (الحکم ۱۷۔ جولائی ۱۹۰۲ء)

انجمن احمدیہ بٹالہ کا پانچواں تبلیغی جلسہ

احمدیت کی عظیم الشان فتح

جلسہ ھذا کی ۱۳ - جون کی کارروائی کا ایک حصہ گزشتہ پرچہ میں درج کیا جا چکا ہے۔ اسی دن مولوی اللہ دتا صاحب نے مجسٹریٹ علاقہ جناب پنڈت ہری ونش لال صاحب کو جو قیام امن کے ذمہ وار تھے۔ وُہ سند نیابت دکھائی۔ جو انہیں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی طرف سے عطا کی گئی تھی۔ اور ان سے درخواست کی کہ شباب المسلمین والوں کو کہیں۔ اب اپنے چیلنج کے مطابق آکر آپ کے سامنے شرائط مناظرہ طے کرلیں۔ مجسٹریٹ صاحب نے انہیں بلایا۔ مگر وُہ سوچکر جواب دینے کا وعدہ کرکے واپس چلے گئے۔ اور پھر آکر کہہ گئے۔ ہم مناظرہ نہیں کریں گے۔ چنانچہ مجسٹریٹ صاحب نے یہ جواب ہمیں پہونچا دیا ::

ایک اشتہار بھی "شباب المسلمین کا مناظرہ سے کھُلا کھلا فرار" کے عنوان سے شائع کیا گیا۔ اس پر بھی وُہ مناظرہ پر آمادہ نہ ہُوئے اسی روز مغرب کے بعد شہر میں تھڑہ گھے زئیاں پر میر قاسم علی صاحب۔ مولوی اللہ دتا صاحب اور حافظ مبارک احمد صاحب کی تقریریں ہوئیں۔ اور اگلے روز یعنی ۱۴ - جون کو پھر تمام دن اجلاس ایلیٹ پارک میں ہوتا رہا۔ جس میں مولوی اللہ دتا صاحب۔ مولوی محمد یار صاحب مولوی غلام رسول صاحب راجیکی۔ مولوی عبد الغفور صاحب اور سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب۔ مختلف موضوعات پر تقریریں کرتے رہے سُنا ہے۔ ۱۴ - جون کی رات کو عطاء اللہ شاہ بخاری کی طرف سے جو مسلمانوں کو کانگریس کے جال میں پھنسانے کے لئے کانگرس کا تنخواہ دار لیکچرار ہے۔ ڈپٹی کمشنر صاحب گورداسپور کو تار دیا گیا۔ کہ احمدی لاٹھیاں اور کلہاڑیاں لے کر آئے ہیں۔ ان سے ہماری حفاظت کی جائے۔ حالانکہ حقیقت صرف یہ تھی۔ کہ احمدیوں کے پاس معمولی چھڑیاں اور لاٹھیاں تھیں۔ مگر وُہ بھی حسب ہدایت ناظر صاحب دعوت و تبلیغ ایک جگہ جمع کرکے رکھ دی گئیں ::

۱۴ - کی شام کو جب احمدی اپنا جلسہ ختم کرکے واپس قادیان آنے کی تیاریاں کر رہے تھے تو شباب المسلمین والوں نے مناظرہ سے اپنے فرار کی پردہ پوشی کے لئے ڈھنڈورہ پٹوا دیا۔ کہ ہم مناظرہ کے لئے تیار ہیں۔ احمدی بے شک شرائط طے کرلیں۔ یہ اطلاع ملنے پر ہمارے آدمی فوراً ان کے جلسہ میں پہونچے۔ لیکن انہیں کہا گیا۔ کہ وُہ سوچکر بعد میں جواب دیں گے۔ اور بعد میں کہلا بھیجا۔ کہ جلسہ کی وجہ سے ہم عدیم الفرصت ہیں۔ اختتام جلسہ پر دیکھا جائے گا ::

اس پر احمدی اصحاب حسب الحکم حضرت خلیفۃ المسیح دو روز کے لئے اور وہاں ٹھیر گئے۔ اس دن مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کی تقریر سے متاثر ہوکر دو اصحاب داخل احمدیت ہُوئے ::

۱۵ - جُون کو دو بجے تک ایلیٹ پارک میں جلسہ ہوتا رہا۔ اور مختلف اصحاب مختلف موضوعات پر تقریریں کرتے رہے۔ پچھلے پہر جلسہ شہر میں منعقد ہُوا۔ جس میں جناب مفتی محمد صادق صاحب نے عیسائیت کے متعلق پُر از معلومات تقریر کی۔ اور مولوی ظہور حسین صاحب نے اجرائے نبوت پر۔

شباب المسلمین والوں کو پھر مناظرہ کے لئے بلایا گیا۔ مگر انہیں سامنے آنے کی جرأت نہ ہُوئی ::

رات کے وقت مولوی اللہ دتا صاحب کی حالات حاضرہ پر پُر زور تقریر ہُوئی۔ جس میں انسپکٹر پولیس شیخ صالح محمد کے معاندانہ رویہ - شباب المسلمین کے فرار اور دوسرے اُمور پر بہت عمدہ روشنی ڈالی گئی۔

۱۶ - کی صبح کو میر قاسم علی صاحب نے تقریر کی۔ اور نہایت تفصیل کے ساتھ بتایا۔ کہ اسی بٹالہ کا مولوی محمد حسین حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی مخالفت کرنے کی وجہ سے کس طرح ذلت اور ادبار میں مبتلا ہوتا گیا۔ اور آخر کار اس کا نام و نشان مٹ گیا۔ اور اس کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کس قدر ترقی اور شہرت ہوتی گئی۔ اور آج وُہ دن ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خدام بٹالہ میں آکر کئی دن سے مقابلہ کے لئے بُلا رہے ہیں مگر کسی کو جُرأت نہیں ہوتی۔ کہ سامنے آئے مختلف ٹولیوں کے ذریعہ خوب اچھی طرح یہ اعلان کرا دیا گیا۔ کہ شباب المسلمین والوں کے چیلنج کو قبول کرنے کے لئے ہم کئی دن سے یہاں بیٹھے ہیں انہیں بار بار بلایا گیا ہے۔ مگر وُہ سامنے نہیں آتے۔ اب ہم جا رہے ہیں اور کسی کو یہ حق نہیں۔ کہ کہے۔ ہم نے اُن کا چیلنج منظور نہیں کیا :: اس طرح بٹالہ کے ہندو مسلمانوں پر واضح ہوگیا۔ کہ شباب المسلمین والوں میں قطعاً ہمت نہیں ہے۔ کہ احمدیوں کے ساتھ مناظرہ کرسکیں۔ اور احمدی ان کے گھر آکر انہیں کھُلی شکست دے گئے ہیں ::

قبل دوپہر جلسہ ختم کر دیا گیا۔ اور احباب واپس آگئے۔ جو اصحاب گاڑی کے ذریعہ قادیان پہونچے۔ وُہ سٹیشن سے جلوس مرتب کرکے اللہ اکبر۔ غلام احمد کی جے۔ فضل عمر کی جے کے نعرے بلند کرتے ہُوئے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اشعار پڑھتے ہُوئے احمدیہ چوک تک آئے۔ جہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے شرف ملاقات بخشا۔ حالات سُنے۔ اور آخر میں دُعا فرمائی۔ اس کے بعد مجمع منتشر ہوگیا۔

جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب اور جناب میر قاسم علی صاحب نے بحیثیت انچارج جلسہ۔ مبلغ صاحبان اور دُوسرے اصحاب نے اس سخت گرمی کے موسم میں کئی دن تک اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جو تکلیف اٹھائی ہے دعا ہے کہ خدا تعالےٰ اس کا انہیں بہت بڑا اجر عطا کرے۔ نیز تمام احمدی اصحاب نے جو ضبط اور انتظام قائم رکھا۔ وُہ نہایت ہی قابل تعریف تھا۔ خدا تعالےٰ سب احباب کو جزائے خیر بخشے ::

رنگپور میں مباحثہ

ماہ جنوری سے ہم نے یہاں باقاعدہ انجمن بنا کر کام کرنا۔ اور ہفتہ واری جلسہ کرنا شروع کیا۔ تبلیغ کے اس طریقہ سے ایک سید خاندان جو چار افراد پر مشتمل ہے۔ احمدی ہوگیا۔ اس وقت سے غیر احمدیوں میں ہلچل پیدا ہوگئی۔ اور ہمارے مبلغ مولوی ظل الرحمٰن صاحب کے دَورہ کا پروگرام شائع ہوتے ہی چیلنج بازی شروع ہوگئی ہماری شرائط جو اصول مناظرہ پر مبنی تھیں۔ انہوں نے قبول نہ کیں۔ آخر ان کی پیش کردہ شرائط پر ہم لوگوں نے مباحثہ کرنا منظور کر لیا اور چھ گھنٹہ صداقت حضرت مسیح موعودؑ پر بحث ہُوئی۔ ہمارے مبلغ نے قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے معیار نبوت پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت ثابت کی۔ مخالف مناظر ان کا کچھ رد نہ کرسکا۔ بلکہ بے ہودہ اعتراضات بغیر اصل کتاب کا حوالہ پڑھنے کے کرتا رہا۔ بہتیرا کہا گیا۔ کہ اصل حوالہ پڑھو۔ مگر چونکہ اُسے اپنی دروغگوئی کا یقین تھا۔ اس واسطے اس سے گریز کرتا رہا۔ اُس کے اعتراضات کے جواب نہایت معقول طور پر ہمارے مولوی صاحب نے دئے۔ دوسرے روز وفات مسیحؑ پر بحث ہوئی۔ ہمارے مبلغ نے نہ صرف مخالف مناظر کے پیش کردہ دلائل کی تردید کی۔ بلکہ وفات مسیح کے متعلق قرآن اور احادیث سے روز روشن کی طرح ثابت کر دیا۔ کہ حضرت مسیح ناصری فوت ہوگئے ہیں سنجیدہ اور تعلیم یافتہ طبقہ پر بہت اچھا اثر ہوا ::

خاکسار۔ خواجہ شمس الدین چکوالوی جنرل سکرٹری انجمن احمدیہ رنگپور بنگال

جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات

ہر احمدی تہجد پڑھے

تہجد پڑھنے کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ گزشتہ دو خطبات جمعہ میں ارشاد فرما چکے ہیں۔ وُہ احباب پڑھ چکے ہونگے۔ اس کی تعمیل میں ہر احمدی کے لئے ضروری ہے۔ کہ سوائے معذوری کے ضرور جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب تہجد پڑھے۔ اور خدا تعالےٰ کے حضور اسلام کی اشاعت۔ احمدیت کی ترقی اور کامیابی۔ مشکلات پر غلبہ پانے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی درازئی عمر کے لئے دعائیں کرے ::

اس بات کا اعلان ہر جگہ کی احمدیہ انجمنوں میں کر دینا چاہیئے۔ اور ہر احمدی کو اس سے واقف کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی تحریک کرنی چاہیئے ::

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

نمبر ۱۴۶ قادیان دارالامان مورخہ ۱۸ جون سنہ ۱۹۳۱ء جلد ۱۸

گول میز کانفرنس میں کانگریس کی نمائندگی

گاندھی جی کے متعلق کانگریس کی مجلس عاملہ کا فیصلہ

کانگریس کی مجلس عاملہ نے جو گاندھی جی کے ہاتھ میں کٹھ پتلی سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی اپنے حال کے اجلاس منعقدہ بمبئی میں گاندھی جی کی خواہش اور منشار کے مطابق یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ خواہ ملکی معاملات کے متعلق ہندو مسلمانوں میں کوئی سمجھوتہ ہو۔ یا نہ ہو۔ گاندھی جی کو کانگریس کے واحد نمایندہ کی حیثیت سے گول میز کانفرنس میں ضرور شریک ہونا چاہیئے۔ تاکہ کانگرس کے رویہ کے متعلق کسی قسم کی غلط فہمی کا امکان باقی نہ رہے۔ گویا اس طرح گاندھی جی نے کانگرس کی طرف سے گول میز کانفرنس میں شریک ہونے کے لئے اپنی نمائندگی پر مہر تصدیق ثبت کرا لی ہے۔ اور وُہ بہر حال گول میز کانفرنس میں شریک ہوں گے۔

گول میز کانفرنس میں شمولیت کے شرائط

قبل ازیں کانگرس کی اسی مجلس عاملہ نے جب گاندھی جی کو گول میز کانفرنس کے لئے اپنا نمائندہ منتخب کیا تھا۔ تو انہوں نے اعلان کیا تھا۔ کہ میں گول میز کانفرنس میں جاؤنگا۔ بشرطیکہ گاندھی اروِن سمجھوتہ پر پُورے طور سے عمل ہو۔ اور فرقہ وارانہ مسائل میں ہندو مسلمانوں کا سمجھوتہ ہو جائے۔ اس کے بعد بھی بار بار انہوں نے یہی اعلان کیا۔ کہ جب تک فرقہ وار مسائل کا کوئی حل نہ ہوگا۔ گول میز کانفرنس میں شریک ہونا بے سُود ہے۔ اور وُہ قطعاً اس میں شریک نہ ہونگے۔ لیکن اب ظاہر ہوگیا۔ کہ یہ محض کہنے کی باتیں تھیں۔ اور گاندھی اروِن سمجھوتہ کی سب سے بڑی غرض گول میز کانفرنس میں شمولیت کے لئے رستہ بنانا تھی۔ چنانچہ اب نہ تو انہیں اس بات کی پروا ہے کہ گاندھی اروِن سمجھوتہ کے شرائط پر عمل ہُوا ہے۔ یا نہیں۔ اور نہ اس امر کا کوئی خیال ہے۔ کہ فرقہ وارانہ مسائل کا کوئی حل ضروری ہے۔ یا نہیں۔ بلکہ صرف یہی بات ان کے پیش نظر ہے۔ کہ جس طرح بھی ممکن ہو۔ گول میز کانفرنس میں شمولیت اختیار کی جائے۔

شرائط پوری نہ ہونے کا اعتراف

کانگرس کی ورکنگ کمیٹی کے حال کے اجلاس میں اگرچہ یہ تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ وُہ دونوں شرطیں پوری نہیں ہوئیں۔ جن پر گاندھی جی نے گول میز کانفرنس میں اپنی شمولیت کا انحصار رکھا تھا۔ تاہم گاندھی جی کی اس زبردست خواہش کا لحاظ رکھتے ہُوئے جو ان کے دل میں گول میز کانفرنس میں شمولیت کے لئے پیدا ہو چکی ہے۔ اور جس کا اظہار بڑے زور کے ساتھ انہوں نے کانگریس کی مجلس عاملہ میں بھی کیا ان کے لئے شمولیت کانفرنس کی صورت تجویز کر دی گئی ہے۔ مجلس عاملہ کی رو ئداد سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ ممبران مجلس عاملہ نے اس امر پر پورا اتفاق کیا۔ کہ گورنمنٹ نے صلح نامہ کے شرائط کی پورے طور پر پابندی نہیں کی۔ اور پنڈت جواہر لال نہرو نے تو اس بات پر یہاں تک زور دیا۔ کہ "چونکہ گورنمنٹ نے گاندھی اروِن سمجھوتہ کی پوری پوری پابندی نہیں کی۔ اس لئے کانگرس اس کی منسوخی کا اعلان کر دے۔ اور ورکنگ کمیٹی پھر سے سول نافرمانی شروع کر دے"۔

شرائط کی توجیہہ

لیکن گاندھی جی چونکہ گول میز کانفرنس میں شمولیت کے لئے بقول خود بے حد مضطرب ہو رہے ہیں۔ اس لئے انہوں نے اس کی یہ توجیہہ کی ہے۔ کہ "صوبجاتی حکومتیں بے شک عہد نامہ صلح کی شرائط کی سپرٹ میں عمل نہیں کر رہی ہیں۔ لیکن مرکزی حکومت میں یہ خواہش موجود ہے۔ کہ صلح نامہ کی شرائط کی پابندی کرائی جائے"۔ یہ توجیہہ قابل تسلی ہے یا نہیں۔ گاندھی جی کا مقصد حل ہوگیا۔ اور ان کی خواہش پوری کر دی گئی۔

دوسری شرط فرقہ وارانہ سمجھوتہ کے پُورا ہونے کے متعلق تو بات بالکل صاف تھی۔ کہ نہ صرف اس قسم کا کوئی سمجھوتہ ہُوا نہیں۔ بلکہ جب سے گاندھی جی نے اسے گول میز کانفرنس میں شریک ہونے کی شرط قرار دیا ہے۔ اس وقت کی نسبت موجودہ وقت میں اس کا امکان بہت زیادہ مشکل ہوگیا ہے۔ لیکن اس شرط کو اول تو یہ کہکر اُڑانے کی کوشش کی گئی ہے۔ "یہ یقین کرنے کے لئے وجہ موجود ہے۔ کہ انگلستان روانہ ہونے سے پیشتر اس کا تصفیہ ہو جائے گا"۔

حالانکہ قطعاً کوئی وجہ موجود نہیں۔ اور چونکہ خود کانگرس کو بھی اس کا اچھی طرح علم ہے۔ اس لئے دُوسرا پہلو یہ اختیار کیا گیا ہے۔ "اگر فرقہ وارانہ تصفیہ نہ ہُوا۔ تو یہ خود غرض اشخاص کی جن میں کچھ مسلمان لیڈر اور سول سروس والے شامل ہیں۔ سازش کا نتیجہ ہوگا۔ ان لوگوں کا مقصد یہ ہے۔ کہ گاندھی جی گول میز کانفرنس میں شامل نہ ہوں۔ اور اس طرح کانفرنس ناکام رہے"۔

سمجھوتہ نہ ہونے کا الزام مسلمانوں پر

چلو چھٹی ہوئی۔ اس طرح ایک طرف تو گاندھی جی کی خود عائد کردہ شرط اڑ گئی۔ اور ان کے لئے گول میز کانفرنس میں شریک ہونے کا رستہ صاف ہوگیا۔ اور دُوسری طرف ہندو مسلم سمجھوتہ نہ ہونے کا سارا الزام بے چارے مسلمان لیڈروں پر عائد کر دیا گیا۔ حالانکہ اس کی ساری ذمہ واری خود گاندھی جی پر عائد ہوتی ہے۔ انہوں نے نہ صرف فرقہ وارانہ سمجھوتہ کے لئے کوئی مخلصانہ کوشش نہ کی۔ بلکہ ہر طرح اس میں روڑے اٹکاتے رہے۔ پہلے پہل تو انہوں نے خاص ترنگ میں آکر یہ اعلان کر دیا۔ کہ مسلمان سادے کاغذ پر ان سے دستخط کرا لیں۔ اور پھر جو چاہیں۔ اس میں لکھ لیں۔ ہندو اُسے منظور کر لیں گے لیکن جب مسلمانوں نے اس مشہورہ فیاضی کو محض بڑ قرار دیتے ہوئے صرف منصفانہ حقوق کا مطالبہ کیا۔ تو گاندھی جی نے جھٹ یہ شرط پیش کر دی۔ کہ مُسلمان جب تک ان چند ایک مسلمانوں کی رضامندی حاصل نہ کریں جنہیں گاندھی جی کلیتہً اپنے قبضہ و اختیار میں سمجھتے تھے۔ اور جنہیں نیشنلسٹ کا خطاب دے کر بہت کچھ تعریف و توصیف کے مستحق قرار دے چکے تھے۔ اس وقت تک وُہ مسلمانوں کے کسی حق پر غور کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اس کے بعد جب انہوں نے دیکھا۔ کہ نیشنلسٹ اور دُوسرے مُسلمانوں میں سمجھوتہ کے امکانات پیدا ہو رہے ہیں۔ تو انہوں نے جھٹ یہ پخ لگا دی۔ کہ جب تک مسلمان سکھوں کے ساتھ مل کر اپنے مطالبات پیش نہ کریں۔ اس وقت تک ان کی کوئی بات وُہ سننے کے لئے تیار نہیں۔ اس طرح گاندھی جی نے مسلمانوں کے ساتھ سمجھوتہ کو بالکل ناممکن بنا دیا۔ اور اب اس کا سارا الزام مسلمان لیڈروں کے سر تھوپا جا رہا ہے۔

مسلمانوں کے حقوق کے متعلق خطرہ

اب سوال یہ ہے۔ کہ جس شخص نے گول میز کانفرنس میں شمولیت کے لئے ان چالبازیوں سے اپنا رستہ بنایا۔ جو مُسلمانوں کے حقوق کے متعلق اس طرح اغماض برت رہا ہے۔ اور جو کانگرس کی طرف سے واحد نمائندہ کی حیثیت سے کانفرنس میں شریک ہو رہا ہے۔ وُہ مُسلمانوں

کے مطالبات اور حقوق کے لئے کتنا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے
کانگریس گاندھی جی کو اپنا واحد نمائندہ قرار دے کر اس بات کی پوری کوشش کرے گی۔ کہ جو کچھ وُہ کہیں۔ وُہی گول میز کانفرنس میں منظور کیا جائے۔ اس غرض کے لئے وُہ اپنا پُورا زور صرف کرے گی۔ اور اس قسم کی دھمکیاں ابھی سے دی جا رہی ہیں۔ کہ اگر گول میز کانفرنس میں گاندھی جی کی باتیں نہ مانی گئیں۔ تو سول نافرمانی کی جنگ شروع کر دی جائے گی۔ چنانچہ پنڈت جواہر لال نہرو نے حال ہی میں اس جنگ کے لئے پوری طرح تیار رہنے اور اس طرح گاندھی جی کی گول میز کانفرنس میں امداد کرنے کا اعلان کر دیا ہے۔ ان حالات میں بہت ممکن ہے کہ گورنمنٹ کانگرس کے آگے جُھک جائے اور مسلمانوں کے حقوق نظر انداز کر دیئے جائیں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ گول میز کانفرنس میں مسلمان نمائندے نہایت زور کے ساتھ یہ ظاہر کر دیں۔ کہ گاندھی جی کے ساتھ کوئی ایسا سمجھوتہ جس میں مسلمانوں کے حقوق کو نظر انداز کیا گیا۔ قطعاً مسلمانوں کے لئے قابل قبول نہ ہوگا۔ اور اس طرح تیار کیا ہوا کوئی نظام حکومت ہندوستان میں کامیاب نہ ہو سکے گا۔ اسی طرح عام مسلمانوں کو بھی گورنمنٹ پر واضح کر دینا چاہیئے۔ کہ وُہ نہ صرف گاندھی جی کو اپنا نمائندہ نہیں سمجھتے بلکہ اپنے حقوق کا سب سے بڑا دشمن یقین کرتے ہیں۔ گورنمنٹ ان کے ساتھ تعلق کوئی ایسا سمجھوتہ نہ کرے۔ جو مسلمانوں پر اثر انداز ہو۔
یہ آواز نہایت زور کے ساتھ بلند کرنی چاہیئے۔ اور آنے والے خطرہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس وقت تک بلند کرتے رہنا چاہیئے۔ جب تک خطرہ دُور نہ ہو جائے۔

فسادات کانپور کے متعلق سرکاری رپورٹ

گورنمنٹ یو۔ پی نے فسادات کانپور کی تحقیقات کے لئے جو سرکاری کمیٹی مقرر کی تھی۔ اس کی رپورٹ مکمل ہو کر گورنمنٹ کے پاس پہونچ چکی ہے۔ گورنمنٹ مذکور نے اس کا خلاصہ معہ اپنے نوٹ کے شائع کیا ہے جس سے ظاہر ہے۔ کہ فساد کی ابتداء کانگرسی ہندوؤں کی طرف سے ہوئی۔ چنانچہ لکھا ہے۔
"کمیٹی کی اس رائے کو قبول کرنے میں کوئی تامل نہیں ہو سکتا کہ فساد براہ راست اس کوشش کا نتیجہ تھا۔ جو بھگت سنگھ کی پھانسی کے سلسلہ میں ہڑتال کرانے کے لئے کی گئی تھی"
اس کے علاوہ سرکاری افسروں اور خاص کر پولیس والوں کی کوتاہی اور سستی کا بھی اعتراف کیا گیا ہے۔ اعلیٰ افسروں کو نمائش کرتے ہوئے پولیس کے متعلق محکمانہ تحقیقات کرنے کا اعلان کیا گیا ہے۔ لیکن جن لوگوں نے فساد برپا کیا۔ اور جو ہولناک تباہی و بربادی کا مُوجب ہوئے۔ ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ کم از کم اس کا اعلان نہیں کیا گیا تا کہ تعزیری کارروائی کا سارا بار ان پر ڈالا جاتا۔

ہندوؤں کی چھوت چھات

ہندوؤں کا مسلمانوں کے ہاتھ کی پکی ہوئی چیزوں کو ناپاک سمجھ کر ان سے پرہیز کرنا اور اگر ان کی کھانے پینے کی چیز کو کوئی مسلمان چھو دے۔ تو اسے استعمال کرنے کے قابل نہ سمجھنا نفرت و حقارت کی ایسی بدترین مثال ہے۔ جسے کوئی خود دار قوم قطعاً برداشت نہیں کر سکتی۔ اور جو لوگ مسلمانوں سے ایسا خلاف انسانیت سلوک کر رہے ہیں۔ وُہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان وسیع خلیج حائل کرنے کا باعث ہیں۔ اس بات کو محسوس کرتے ہوئے بعض روشن خیال ہندوؤں میں بھی یہ تحریک ہو رہی ہے۔ کہ مسلمانوں سے کھانے پینے کی چھوت چھات قطعاً اڑا دی جائے۔ تا کہ مسلمانوں کے ساتھ جو ہتک آمیز سلوک کیا جا رہا ہے۔ اس کا انسداد ہو سکے۔ حال میں یہ بات کسی نے گاندھی جی کے سامنے پیش کی۔ لیکن ہندو مسلم اتحاد کے اس سب سے بڑے دعویدار اور مسلمانوں کی ہمدردی اور خیر خواہی کے مدعی نے تحریری طور پر جو جواب دیا ہے۔ وُہ یہ ہے
"میری یہ قطعی رائے ہے۔ کہ اس قسم کے کھان پان کا ہندو مسلم ملاپ کے ساتھ کوئی سمبندھ نہیں ہے" (آریہ گزٹ ۱۳ جون)
اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے۔ کہ باہمی کھان پان کا ہندو مسلم ملاپ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ حالانکہ یہ سراسر غلط ہے کیونکہ جب تک ہندو مسلمانوں سے ایسا حقارت آمیز سلوک کرتے رہیں گے اس وقت تک ممکن نہیں۔ کہ مسلمان ان سے ملاپ کر سکیں۔ تو بھی سوال یہ ہے۔ کہ انسانیت سے بھی اس کا کوئی تعلق ہے۔ یا نہیں اگر ہندو مسلمانوں کو اپنے جیسا انسان سمجھتے ہیں۔ تو پھر ان سے چھوت چھات کرنے اور ان کے ہاتھ کی پکی ہوئی اشیاء کھانے سے پرہیز کیوں کرتے ہیں۔ مگر بات یہ ہے۔ ہندوؤں کے نزدیک نہایت معزز اور پاک و صاف مسلمان بھی نہایت ہی قابل نفرت اور ناپاک چیز ہے۔ اسی بات کا مظاہرہ وُہ چھوت چھات کے ذریعہ کرتے ہیں۔ اور گاندھی جی بھی اس کا قائم رکھنا ضروری سمجھتے ہیں

اچھوت اقوام اور گاندھی جی

گاندھی جی نے جہاں ہندوؤں کو ایک رنگ میں یہ تلقین کی ہے۔ کہ وُہ مسلمانوں سے چھوت چھات جاری رکھیں۔ وہاں ان اقوام کے لوگوں کے متعلق جن سے ہندو حیوانوں سے بھی بدتر سلوک کرتے آ رہے ہیں۔ اور جن کا نام ہی اچھوت رکھا گیا ہے۔ یہ کہا ہے کہ "کوئی اچھوت ہندو دھرم میں اب جاتی بہرشٹ نہیں سمجھنا چاہیئے۔ بلکہ ہندو سوسائٹی میں اب اچھوت کہلانے والے ہندو کو آدر کا استھان ملنا چاہیئے"
اب اگر مذہبی بنا پر مسلمانوں سے چھوت چھات کی جاتی ہے اور اسی وجہ سے گاندھی جی اسے قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ تو پھر جن لوگوں کو ہندو دھرم اچھوت قرار دے چکا ہے۔ انہیں ہندو سوسائٹی میں قابل عزت درجہ دینے کا کیا مطلب۔ کیا اس سے ظاہر نہیں ہے کہ گاندھی جی کے نزدیک مسلمانوں کی حیثیت اچھوت اقوام سے بھی گری ہوئی ہے۔ وُہ اچھوت اقوام کو تو "آدر کا استھان" ہندوؤں میں دلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن مسلمانوں سے چھوت چھات جاری رکھنے پر زور دے رہے ہیں۔

نواب صاحب بھوپال کا اعلان

معلوم نہیں کس بنا پہ اس قسم کی خبریں شائع ہو رہی تھیں کہ ہندوستانی والیان ریاست گول میز کانفرنس میں فیڈرل سسٹم کی جس کی وُہ پہلی دفعہ پُرزور حمایت کر چکے ہیں۔ مخالفت کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ کئی ایک والیانِ ریاست کے متعلق تو اعلان بھی ہو گیا۔ کہ انہوں نے فیڈرل سسٹم کے خلاف اظہار رائے کر دیا ہے۔ لیکن نواب صاحب بھوپال نے بحیثیت صدر ایوانِ والیان ریاست ایک اعلان کے ذریعہ اس افواہ کی تردید کر دی۔ اور لکھا ہے۔ کہ والیان ریاست کے زاویۂ نگاہ میں بحیثیت مجموعی ہنوز کوئی خاص تبدیلی واقع نہیں ہُوئی ہے۔ اور وُہ اپنے فیصلہ پر بدستور قائم ہیں۔
والئے بھوپال بذاتِ خاص ہندو مسلم سمجھوتہ کے لئے جو سعی فرما رہے ہیں۔ اسے پیش نظر رکھتے ہُوئے ظاہر ہے۔ کہ وُہ ہندوستان کے آئندہ نظامِ حکومت کو کامیاب بنانے میں پُوری کوشش کریں گے اور امید ہے۔ والیانِ ریاست بھی ان کی راہنمائی میں وہی طریق اختیار کریں گے۔ جو تمام اہل ہند کے لئے مفید ہوگا۔

ریاست بڑودہ میں طلاق کا قانون رائج ہو گیا

اس وقت تک برطانوی ہند کے کسی حصہ یا کسی ہندو ریاست میں ہندوؤں کے لئے طلاق کا قانون رائج نہیں تھا۔ اور رائج ہو بھی کس طرح سکتا تھا۔ جبکہ نہ صرف قدیم ہندو دھرم میں اس کی قطعاً اجازت نہیں۔ بلکہ موجودہ زمانہ کے "مہرشی" اور ہندو دھرم کے "مصلح" سوامی دیانند جی نے بھی اس کی حمایت نہیں کی لیکن ریاست بڑودہ نے جسے ہندو "ترقی پسند اور بیدار مغز ہندو ریاستوں میں سے ایک" قرار دیتے ہیں۔ اپنی ہندو رعایا کو طلاق کا حق دیدیا ہے۔
اس ایکٹ کا جو خلاصہ اخبارات میں شائع ہُوا ہے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ قریباً انہی وجوہات کی بنا پر طلاق کی اجازت دی گئی ہے۔ جو اسلام نے اس بارے میں قرار دی تھیں اور اس اجازت کا انحصار عدالت کے فیصلہ پر رکھا ہے۔ اس ایکٹ میں عورت کی طرف سے مرد سے علیحدگی کا نام بھی طلاق ہی قرار دیا گیا ہے۔ گویا مرد و عورت دونوں کو حق دیدیا گیا ہے کہ اگر ان کا آپس میں نباہ نہ ہو سکے۔ تو علیحدگی اختیار کر لیں۔ اب کہاں ہیں ویدک دھرم کے وُہ شیدائی جو طلاق کا حق نہ ہونے کو ویدک دھرم کی بہت بڑی خوبی قرار دیا کرتے تھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ

کم سے کم جمعہ کی رات کو ہر احمدی تہجد پڑھے

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۱۲ جون ۱۹۳۱ء

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:
میں نے متواتر دوستوں کو بتایا ہے۔ کہ

الٰہی قرب کا رستہ

پل صراط کہلاتا ہے۔ جس کے یہ معنی ہیں۔ کہ وہ صرف ایک ہی رستہ ہے اور یہ کہ وہ ایسا باریک رستہ ہے۔ کہ اگر ہم اس سے ذرہ بھی دائیں بائیں ہو جائیں۔ تو تمام کوششیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ وہ رستہ درحقیقت دعا اور تدبیر یا

توکل اور تدبیر

کے درمیان کا رستہ ہے۔ اگر ہم دونوں پیر توکل کی طرف رکھ لیں تب بھی کامیابی سے محروم رہ جائیں گے۔ اور اگر دونوں پیر تدبیر کی طرف رکھ لیں۔ تو بھی کامیابی سے محروم رہیں گے۔ بظاہر یہ

عجیب بات

معلوم ہوتی ہے۔ کہ دونوں پیر توکل کی طرف رکھیں۔ تو کیوں محروم رہیں گے۔ مگر یہ عجیب نہیں۔ توکل پیدا کرنے والے نے ہی تدبیر کو بھی پیدا کیا ہے۔ اور وہ چاہتا ہے۔ کہ دونوں سے کام لیا جائے۔ آنکھیں بڑی اچھی چیز ہیں۔ لیکن اگر ہاتھ پاؤں سے۔ جو بہ نسبت آنکھوں کے ادنیٰ حیثیت رکھتے ہیں۔ کام نہ لیں۔ تو زندگی بیکار ہو جائے گی اور کوئی نہیں کہے گا۔ کہ ہم نے آنکھوں سے جو زیادہ اچھی چیز ہیں کام لیا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ ہاتھ پاؤں بیکار ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے

ہر چیز کا ایک کام

رکھا ہے۔ اور وہ چیز اپنے مقام کے لحاظ سے ادنیٰ و اعلیٰ نہیں کہلاتی بلکہ ضرورت کے لحاظ سے ادنیٰ و اعلیٰ سمجھی جاتی ہے ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ ایک چیز زیادہ نفع رساں ہے۔ مگر یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ اس پر توکل کر کے دوسری کو نظر انداز کر سکتے ہیں۔ ڈاکٹر ایک نسخہ لکھتا ہے اس میں ایک چیز اہم ہوتی ہے۔ اور باقی اس کی مصلح ہوتی ہیں۔ اصل مقصود نہیں ہوتیں۔ لیکن اگر انہیں چھوڑ دیا جائے۔ تو اصل مقصود دوائی بجائے کسی نفع کے اور بیماریاں پیدا کر دیگی۔ پس مقام توکل گو

سب سے اعلیٰ مقام

ہے۔ مگر باوجود اس کے مقام تدبیر کو ہم ترک نہیں کر سکتے۔ ہاں اس میں شبہ نہیں۔ کہ مقام تدبیر ادنیٰ ہے۔ کیونکہ اس میں بندہ کی کوشش کا دخل ہوتا ہے۔ اور توکل اللہ تعالیٰ پر ہوتا ہے۔ اور اس سے کون انکار کر سکتا ہے۔ کہ بندے کی چیز خدا تعالیٰ کی چیز کے سامنے ہیچ اور ناقص ہوتی ہے پس میں اپنے دوستوں کو جہاں

مقام تدبیر

پر کھڑا ہونے کی تلقین کرتا ہوں۔ وہاں مقام توکل کے لئے اس سے بھی زیادہ کہتا ہوں۔ کیونکہ وہ مخفی ہے۔ اور مخفی چیز کی طرف توجہ رکھنا ذرا مشکل ہوتا ہے۔ انسان کو اپنی تدبیر اور کوشش تو نظر آتی ہے۔ مگر خدا کا حکم نظر نہیں آتا۔ انسان سمجھتا ہے۔ میں نے جلاب لیا میگنیشیا پی لیا۔ اور دست آگیا۔ مگر وہ یہ نہیں جانتا۔ کہ وہ جس وقت میگنیشیا پینے لگا تھا۔ تو خدا تعالیٰ نے کُن کہا تھا جس کے باعث وہ اسے پی سکا۔ پھر ملائکہ نے اس کے اندر تغیرات پیدا کئے۔ میگنیشیا بھی ویسا ہی پوڈر ہے جیسا کہ دوسری دوائیاں ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ نے کُن سے اس کے اندر خاص تاثیرات ودیعت کیں۔ پھر اس کے دماغ کو رغبت ہوئی اور معدہ کو قبولیت کی طاقت ملی ممکن ہے۔ کوئی اس سے انکار کر دے۔ لیکن حقیقت یہی ہے۔ کہ

خدا تعالیٰ کے کُن سے

ہی ڈاکٹر نسخہ لکھتا ہے۔ کُن سے ہی مریض کو اسے استعمال کرنے کی توفیق ملتی ہے۔ کُن سے ہی اس کا حلق اسے اندر لے جاتا ہے۔ ورنہ کئی لوگ کہہ دیتے ہیں۔ ہم کڑوی دوائی پی ہی نہیں سکتے۔ پھر کُن سے ہی معدہ اسے قبول کرتا ہے۔ اور کُن سے ہی اس کی ہڈیاں اور اعضائے رئیسہ اس سے مشارکت اختیار کرتے ہیں۔ اور اس سے جلاب جاتا ہے گویا اتنے کُن کے بعد اثر ہوتا ہے۔ اب جلاب تو انسان کو نظر آتا ہے مگر کُن نظر نہیں آتا۔ پس مقام توکل انسان کو نظر نہیں آتا۔ کیونکہ اس کے اسباب مخفی ہوتے ہیں۔ اس لئے اس طرف زیادہ توجہ دلانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ پنجاب کے ایک راجہ ہیں۔ انہیں قبض کی بیماری ہے۔ ڈاکٹر لوگ جتنا زیادہ علاج کرتے ہیں۔ وہ بڑھتی ہی جاتی ہے۔ انہیں مشورہ دیا گیا۔ کہ جا کر یورپ کے چشموں کا پانی استعمال کریں۔ اس سے چند دن تو آرام رہا۔ مگر بعد میں اس سے بھی زیادہ شکایت بڑھ گئی۔ پھر اینیما شروع کیا گیا اس سے کچھ دن تو آرام ہوا۔ مگر پھر وہ بھی بیکار ثابت ہوا۔ اور اب یہ حالت ہے۔ کہ پانچ سات دفعہ اینیما کیا جائے۔ تو پاخانہ آتا ہے۔ غرض علاج دراصل

اللہ تعالیٰ کے کُن کے محتاج

ہوتے ہیں۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ بعض مواقع پر وہ بالکل کوئی فائدہ نہیں دیتے۔

مقام توکل کا ادنیٰ مقام دعا ہے۔ اس سے توکل شروع ہوتا ہے۔ گو دعا بھی اپنے اندر تدبیر کا ایک پہلو رکھتی ہے۔ یعنی بندہ مانگتا ہے۔ دعا سے بھی انسان کو ایک تسکین ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کے حضور آہ و زاری سے بہت حد تک اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔ پس میں نے پچھلے جمعہ کے خطبہ میں احباب کو توجہ دلائی تھی۔ کہ اگر اس اہم عبادت کو جس کے متعلق مومن سے امید کی گئی ہے۔ کہ اسے روزانہ ہی بجا لائے اور سوائے بیماری یا کسی اور مجبوری کی وجہ کے پسند ہی کیا گیا ہے۔ کہ باقی اوقات میں بھی اسے بجا لائے۔ اگر زیادہ نہیں تو ہفتہ میں کم از کم ایک دن کے لئے اسے اختیار کریں۔ آخر خدا تعالیٰ کے فضل سے اسی طرح باقاعدہ تہجد گزاری کی عادت جماعت کو ہو جائیگی۔ اس لئے اگر روزانہ نہیں۔ تو ہفتہ میں ایک بار ہی سہی۔ یہ ایسا آسان طریق ہے۔ کہ جس سے

ساری جماعت میں وحدت

پیدا ہو سکتی ہے۔

تہجد اور ذکر الٰہی اس وقت دنیا میں مفقود ہو رہا ہے۔ اوّل تو مسلمان عام نمازیں بھی نہیں پڑھتے۔ مگر تہجد تو بالکل ہی متروک ہے کئی لوگ ذکر بھی کرتے ہیں۔ مگر تہجد نہیں پڑھتے۔ تمہیں بیسیوں ایسے لوگ نظر آئیں گے۔ جو رات کے بارہ بجے ہی اٹھ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور اللہ ہو اللہ ہو کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ مگر اس نماز کی توفیق انہیں نہیں ہوتی جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے۔ اور جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادا کرتے رہے۔ وہ اللہ ہو اللہ ہو میں ہی ساری رات ختم کر دینگے اور سچ پوچھو تو سوائے چیخیں مارنے کے اس کی اور کیا حقیقت ہے گویا شیطان اسے مارتا ہوتا ہے اور ایسا آدمی آگے سے چیخیں مارتا

اگر وہ حائضہ ہوتی۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کا حکم نہ بجا لاتا۔ اور ساری رات اللہ ہُو کرتا رہتا۔ ہمارے ہمسایہ میں ایک ہندو ہے۔ وہ باقاعدہ اپنی تہجد پڑھتا ہے۔ یہ تو پتہ نہیں وہ کیا کہتا ہے۔ کیونکہ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ سوائے ایں ایں کے۔ مگر جو کچھ بھی ہے۔ اپنے رنگ میں اخلاص ہے۔ وہ کبھی آہستگی سے بولتا ہے۔ تو سیتا رام سمجھ میں آتا ہے۔ باقی ایں ایں کے سوا کچھ پتہ نہیں لگتا۔ مگر عام طور پر رات کو اُٹھ کر وہ یہ عبادت بجا لاتا ہے۔ خصوصاً سردیوں کے موسم میں:

اگر دوست

تہجد پڑھنا

شروع کر دیں۔ اور دوسروں میں بھی اس کی تحریک کریں تو بہت ہی مفید ہو سکتا ہے۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ کہ ان پر عام وعظ یا خطبہ کا اثر نہیں ہوتا۔ لیکن اگر انہیں خاص طور پر تحریک کی جائے۔ تو وہ قبول کر لیتے ہیں۔ اگر

ہر شہر یا ہر محلہ میں

ایسے آدمی مقرر ہو جائیں۔ جو کم از کم جمعہ کی رات کو ہی دوستوں کو تہجد کے لئے جگائیں۔ تو میں سمجھتا ہوں۔ تھوڑے ہی دنوں میں ان کو عادت ہو جائیگی۔ اور اس وجہ سے رغبت دعا کی بھی ہو گی۔ اور یقیناً یہ ایسی بات ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے فضل کو زیادہ کھینچیگی۔ قرآن کریم کی آیت وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ کے اور بھی معنی ہیں۔ مگر اس کے ایک معنی ہم بھی کرتے ہیں۔ ایک تو اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ ہر کوئی کسی چیز کو دنیا میں اپنا مقصود بناتا ہے۔ اور تم خیرات کو اپنا مقصود بناؤ۔ لیکن دوسرے معنے اس کے یہ ہیں۔ کہ ہر شخص اپنا کوئی نہ کوئی مقصد بنائے بیٹھا ہے۔ اور خیرات سے غافل ہے۔ باقی دنیا بھی مذہب کے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ مگر اس کا مقصد

خدا تعالیٰ کی رضامندی

حاصل کرنا نہیں۔ پس یہ میدان خالی ہے۔ اس لئے فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ تم ہمت کرو۔ اور اس میدان میں آگے بڑھ جاؤ۔ خیرات کا میدان ہمیشہ

انبیاء کی جماعتوں کے لئے

خالی ہوتا ہے۔ نبی اسی وقت آتے ہیں۔ جب حقیقی نیکی دنیا سے مفقود ہو جاتی ہے۔ عادت کے ماتحت نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ یا حج نیکی نہیں۔ بلکہ نیکی وہ ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی رضاء کے حصول کے لئے سوچ سمجھ کر کی جائے۔ اور یہی وقت ہمیں نصیب ہؤا ہے۔ ساری دنیا اپنے اپنے کام میں لگی ہوئی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے ؎

ہر کسے با کارِ خود با دینِ احمدؐ کار نیست

پس یہ موقعہ ہے۔ اس نیکی کے مقام کو حاصل کر لو جس سے باقی لوگ غافل ہیں۔ اور اسے حاصل کرنے کا

ایک عمدہ ذریعہ

تہجد ہے۔ اور اس کا جو طریق میں نے بتایا ہے۔ اس سے سُست لوگ بھی اس میں شامل ہو سکتے ہیں۔ یعنی جمعہ کی رات ہر احمدی تہجد کے لئے اُٹھے۔ اور ہر شہر اور قریہ اور ہر محلہ میں ایسے لوگ کھڑے ہو جائیں۔ جو دوستوں کو اس کے لئے جگائیں۔ جیسے رمضان میں جگاتے ہیں۔

ایک دوست

غلام قادر سیالکوٹی ہیں۔ بیچارے غریب آدمی ہیں۔ کیونکہ ان کا پیشہ اچھی طرح نہیں چلتا۔ مگر ہیں مخلص۔ وہ رمضان کی راتوں کو بارہ بجے سے ہی بیپہ لے کر لوگوں کو جگانا شروع کر دیتے۔ پس اگر اسی طرح ہر جگہ ایسا انتظام کیا جائے۔ کہ کچھ دوست اپنے شہر یا محلہ یا نصف محلہ کے لوگوں کو جگا دیا کریں۔ یعنی وہاں رہنے والے ایسے لوگوں کو جن کے پاس خود

جاگنے کے سامان

نہیں۔ جن کے پاس الارم والی گھڑیاں ہیں۔ یا نوکر ہیں۔ یا جو بورڈنگ وغیرہ میں کسی ایسی جگہ رہتے ہیں۔ جہاں کسی نہ کسی کو جاگ آ ہی جاتی ہے۔ ایسے لوگوں کو چھوڑ کر باقی لوگوں کو جو ممکن ہے خود بخود نہ جاگ سکیں۔ اور جن کے پاس سامان بھی نہ ہوں۔ ان کو اگر تعاون کر کے جگا دیا جائے۔ تو دعاؤں کی بہت کثرت ہو گی۔ جو لوگ اس وقت اٹھینگے۔ وہ اگر کچھ بھی نہ کریں۔ تو بھی دس پانچ اچھے فقرے تو منہ سے ضرور ہی نکالینگے۔ اور لاکھوں احمدیوں کے ایسے کروڑوں فقرے جمع ہو کر

عرش الٰہی کو ہلا دینگے

پس جماعت اس بلوغت پر جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت پر چالیس سال گزرنے پر ہمیں حاصل ہوئی ہے۔ بطور یادگار اگر اس نیکی کو اپنے اندر پیدا کر لے۔ تو خدا تعالےٰ کے فضل سے یقین ہے۔ کہ

دہریت کی رَو

جو اس وقت دنیا میں جاری ہے۔ رُک جائیگی۔ اور بے دینی والحاد کو شکست ہو جائیگی۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول شروع ہو جائیگا۔

دنیا میں ہر چیز قدم بہ قدم ترقی کرتی ہے۔ بڑے بڑے کام بھی یکدم نہیں ہو جایا کرتے۔ بلکہ آہستہ آہستہ ہوتے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی سارے مسلمان تہجد نہیں پڑھتے تھے۔ آہستہ آہستہ انہیں عادت ڈالی جا رہی تھی۔ حتے کہ پھر وہ زمانہ آیا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جنگ کے دنوں میں بھی جیسا کہ ثابت ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی چھوڑ دیتے تھے۔ مسلمان تہجد پڑھتے تھے۔ ممکن ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی جنگ کے دنوں میں تہجد کیلئے اٹھا کرتے ہوں۔ مگر یہ ثابت ہے کہ نہیں بھی اُٹھتے تھے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسلمان

جنگ کے دنوں میں بھی تہجد

پڑھتے تھے حتیٰ کہ ایک دفعہ جب ہرقل نے ان پر شبخون مارنیکا ارادہ کیا تو اس پر خوب بحث ہوئی۔ اور آخر یہی فیصلہ ہؤا۔ کہ نہ مارا جائے۔ کیونکہ مسلمانوں پر شبخون مارنا بے سود ہے۔ اس لئے کہ وہ تو سوتے ہی نہیں۔ بلکہ تہجد پڑھتے رہتے ہیں۔ یہ بھی ترقی کی علامت ہے۔ جو ابتدا میں نہ تھی۔ شروع شروع میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کے لئے بہت تحریک و تحریص کی ضرورت پیش آتی تھی۔ مگر بعد میں آہستہ آہستہ کمزور بھی اس کے عادی ہو گئے۔ پس میں

دوستوں کو نصیحت

کرتا ہوں۔ کہ اس سال جہاں تبلیغ کو خصوصیت کے ساتھ اپنے پروگرام میں داخل کریں۔ وہاں

جمعہ کی رات کو تہجد

کا بھی ضرور التزام رکھیں۔ اگر کوئی بیمار ہو۔ اور اٹھ نہ سکے۔ تو لیٹے لیٹے ہی دعا کر لے۔ اور اسے قومی شعار بنا لیا جائے۔ اور اس سے ترقی کرتے کرتے باقاعدہ تہجد کی عادت ڈالی جائے۔

میں

اللہ تعالیٰ سے دُعا

کرتا ہوں۔ کہ وہ دوستوں کو اپنے فضل سے اس کی توفیق دے۔ اور انہیں ہر قسم کے کبر اور خود پسندی سے دور رکھے۔ اور ان راہوں پر چلنے کی توفیق دے۔ جو اس تک پہنچتی ہوں۔

ایک استانی کی ضرورت

احمدیہ گرلز سکول قادیان کے لئے ایک استانی جے۔ وی سند یافتہ کی ضرورت ہے۔ جو مخلص احمدی۔ خوش اخلاق اور محنتی ہو۔ خواہش مند جلد خود اپنی قلمی درخواستیں بمعہ نقول سارٹیفکیٹ و تصدیق و سفارش امیر جماعت یا سکرٹری تعلیم و تربیت یا سکرٹری لجنہ مقامی متعلق کیرکٹر و احمدیت میرے نام بھیجدیں۔ درخواست میں یہ بھی لکھیں۔ کہ عمر کیا ہے۔ مدرسی کا کتنا تجربہ ہے۔ کس کس سکول میں کام کیا ہے۔ اور کس سال کہاں سے جے وی پاس کیا ہے۔ جن امیدواروں کی درخواستیں پہلے ناظر صاحب تعلیم و تربیت کے دفتر میں پہنچ چکی ہیں۔ وہ بھی ان تفاصیل کے ساتھ دوبارہ اپنی درخواستیں بھیجیں۔ آخری تاریخ انتخاب کی ۳۰ر جون ہو گی۔ نیز کم سے کم تنخواہ جس پر راضی ہو۔ وہ بھی لکھ بھیجیں۔

خاکسار محمد اسمٰعیل سول سرجن مظفر گڑھ
پریذیڈنٹ کمیشن دفاتر صدر انجمن

مذاہب غیر

ہندوستان کی بعض قدیم اقوام اور اُن کے مذاہب

ٹوڈا قوم

نیلگری کے پہاڑوں میں کئی قسم کی وحشی اور غیر متمدن اقوام ابھی تک بستی ہیں۔ جن میں ایک قوم ٹوڈا زیادہ اہمیت رکھتی ہے جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر بود و باش رکھتی ہے۔ لفظ ٹوڈا کے معنی چرواہا ہیں۔ ان لوگوں کا مشغلہ مویشیوں کی پرورش ہے۔ ان کی غذا بھی وہ دودھ ہی ہے۔ جو اپنے جانوروں سے حاصل کرتے ہیں۔ چونکہ ان کی زندگی کا دار و مدار بہت حد تک مویشیوں پر ہوتا ہے۔ اس لئے ان کی پرستش بھی کرتے ہیں۔ ہندوؤں کی طرح ان کے ہاں گائے ایک متبرک و مقدس جانور خیال کیا جاتا ہے۔ اور مویشیوں کا تھان ان کی عبادت گاہ ہوتی ہے۔ ان کے ہاں مذہبی پیشوا پلال کہلاتا ہے جس کے معنے بڑا دودھ دوہنے والے کے ہیں اور یہ منصب صرف اسے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ جو گایوں کی نگہداشت اور غور و پرداخت میں مہارتِ تامہ رکھتا ہو۔ گائے ان لوگوں کی عبادت کے علاوہ دیگر تمام اہم امور میں بھی بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ ان میں سے کسی کے ہاں جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تو برکت کے لئے اسے کسی مویشی کی نذر کر دیا جاتا ہے۔ اور جب کوئی ٹوڈا مر جاتا ہے تو اس کے خاندان کی تمام گائیں اور دیگر مویشی اس کی لاش کے آگے آگے چلائے جاتے ہیں۔ اور ان میں سے دو بہترین کی قربانی بھی کی جاتی ہے کیونکہ ان کا عقیدہ ہے۔ کہ اس طرح سے قربان کیا ہوا حیوان عالم ارواح میں مردے کے ساتھ رہتا۔ اور اس کی حفاظت کرتا ہے۔ ان کے ہاں سال میں ایک ایسا دن مقرر ہے جب کہ یہ لوگ اپنے خیال کے مطابق قوم کے تمام گناہ ایک بچھڑے پر لاد کر اسے جنگل کی طرف بھگا دیتے ہیں۔ یہ رسم یہودیوں کی اس رسم کے مشابہ ہے جس میں گناہوں کو لادنے کے لئے بچھڑے کی بجائے بکری کے استعمال کا ذکر ہے۔

گائے اور مویشیوں کے علاوہ یہ لوگ ارواح کو بھی پوجتے ہیں۔ اور بعض درختوں کی بھی پرستش کرتے ہیں۔

ٹوڈوں کے مویشیوں میں اگر وبا پھیل جائے۔ یا کسی خاندان پر اگر کوئی اور مصیبت آئے۔ تو یہ اسے ارواح کی ناراضگی کا نتیجہ خیال کرتے ہیں۔ اور اس کے ازالہ کے لئے ایک ٹپروسی قوم کورمبا کے کسی فرد کو بلایا جاتا ہے۔ جسے یہ لوگ جادوگر خیال کرتے ہیں ایسا شخص آ کر عجیب عجیب حرکات کرتا۔ اور بالآخر زمین پر گر کر چیخیں مارنے لگتا ہے۔ اس پر یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ اس طرح ان پر آئی ہوئی مصیبت ٹل جائے گی۔

ٹوڈے زراعت بالکل نہیں کرتے۔ نہ ہی ان کے پاس نیزہ یا تیر ہتھیار وغیرہ ہوتے ہیں۔ یہ لوگ نہ کسی پر حملہ کرتے ہیں۔ اور نہ ہی ان کے اندر مدافعت کی طاقت ہوتی ہے۔ اس لئے اپنے جھونپڑوں کے دروازے نہایت تنگ بناتے ہیں۔ تا کوئی دشمن آسانی کے ساتھ اندر داخل نہ ہو سکے۔

بڈگا قوم

ٹوڈوں کے علاوہ نیلگری کے پہاڑوں میں ایک بڈگا قوم آباد ہے جو بلحاظ تعداد دیگر اقوام سے زیادہ ہے۔ اور شکل شباہت اور عادات و خصائل کے لحاظ سے سب سے مختلف ہے۔ مذہبی اعتقادات کے لحاظ سے یہ لوگ ٹوڈوں سے بہت حد تک ملتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی ان کے ہاں شیو اور لنگ کی پوجا کا بھی رواج ہے۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے۔ کہ رنج کے ساتھ خوشی اور خوشی کے ساتھ رنج ضرور ملا ہوا ہونا چاہیئے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ یہ لوگ خوشی کے موقعہ پر ناچتے ناچتے یک دم رونے لگ جاتے ہیں اور کسی کے مرنے پر رونے کے ساتھ رنگ رلیاں بھی مناتے اور خوب کھاتے پیتے ہیں۔

دیگر اقوام

نیلگری کے جنوب میں ایک اور پہاڑ ہے جسے انا ملی کہتے ہیں اس میں بھی وحشی اقوام آباد ہیں۔ جنہیں کا دریتی ناک کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ زراعت اور تجارت وغیرہ کو باعثِ ہتک خیال کرتے ہیں اور صرف شکار پر گزارا کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ اس علاقہ میں بعض اور بھی اقوام ہیں۔ جو زراعت وغیرہ کرتی ہیں۔ یہ لوگ لکڑی کی مورتیں بنا کر ان کی پرستش کرتے ہیں۔ نیز ارواح کی بھی۔

ٹراونکور سے کیپ کامرن تک جو علاقہ ہے۔ اس میں ایک اور قوم آباد ہے۔ جسے شنار کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ بھی کئی ایک دیگر وحشی اقوام کی طرح اپنے مردوں کی پرستش کرتے ہیں۔ ہر ایک گاؤں کے باہر ایک استھان بنایا جاتا ہے جس پر ارواح کو خوش کرنے کے لئے چڑھاوے چڑھائے جاتے ہیں۔ یہ قوم صرف تاڑ کے درخت سے ہی اپنی کل ضروریات زندگی حاصل کرتی ہے۔

شنار قوم کی تعداد اس علاقہ میں پانچ لاکھ ہے۔ اور آپ یہ سن کر حیران ہوں گے۔ کہ عیسائیوں نے ان میں قریباً ایک لاکھ سے زیادہ کو اپنے اندر شامل کر لیا ہے۔

انہی پہاڑوں میں اور بھی کئی ایک وحشی اقوام آباد ہیں۔ مگر ان میں کوئی مذہبی رسوم نہیں پائی جاتیں۔ اور بہت حد تک وہ ابھی تک انسانیت سے بھی عاری ہیں۔ مثلاً ایک قوم کو میسر کو لمبٹو اور مدورا کے پہاڑوں میں آباد ہے۔ ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا ان کے ۴۲

پُورانوں کی عجیب وغریب باتیں

پران ہندوؤں کی مقدس مذہبی کتب ہیں۔ اور ان میں جو کچھ لکھا ہے۔ وہ راسخ الاعتقاد ہندوؤں کے نزدیک شک و شبہ سے بالا ہے۔ اور اس پر یقین رکھنا ان کا مذہبی فرض ہے۔ لیکن موجودہ تعلیم اور روشنی کے زمانہ میں وہ باتیں نہایت ہی عجیب و غریب ہیں۔ ان میں سے چند ایک بطور مثال درج ذیل کی جاتی ہیں۔

(۱) بجلی کے متعلق ان میں یہ تھیوری درج ہے کہ جب شری کرشن جی کی بہن کو کسی نے پتھر کے مارا۔ تو وہ کڑک کر آسمان پر چڑھ گئی۔ اور بجلی بن گئی۔ اور کنس نام چونکہ کانسی کا بھی ہے۔ اس لئے وہ اپنے دشمن کانسی کے برتن پر زیادہ گرتی ہے۔

(۲) سمندر کے پانی کے کھارا ہونے کے متعلق پورانوں میں یہ تھیوری درج ہے۔ کہ سمندر پر ناراض ہو کر اگست رشی سارے سمندر کا پانی پی گئے۔ اور پھر پیشاب کر دیا۔ جس سے سمندر کا پانی کھارا ہو گیا۔

(۳) سونا چاندی دھاتوں کے متعلق پرانوں کا بیان ہے۔ کہ "جب شوجی مہاراج موہنی کے پیچھے دوڑے تھے۔ تو ان کے ویریہ سے سونے چاندی کی اُتپتی (پیدائش) ہوئی"

(۴) سمندر کے پانی کے کھاری ہونے کی وجہ از روئے پران اوپر بیان ہو چکی ہے۔ اب یہ بھی سن لیجئے۔ کہ وہ کس طرح پیدا ہوئے لکھا ہے:-

"ایک بار شری کرشن جی نے ایک گوپی پر کرپا کی اس سے سات سمندر پیدا ہو گئے"

(۵) چاند میں جو سیاہ نشان نظر آتے ہیں۔ ان کے متعلق لکھا ہے "جب سمیہ اندر گوتم کے گھر گیا۔ اس وقت چندرماں نے بھی اس پوتر کام کے لئے اس کی سہایتا (امداد) کی۔ اور گوتم نے سنان کر کے اپنی دھوتی کے چھینٹے چاند پر مارے۔ وہی اس کے لئے کلنک نہ دھبے ہیں"۔

پورانک سائنس کی یہ چند باتیں بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں۔ سارے پران اس قسم کی باتوں سے بھرے پڑے ہیں۔

اگرچہ یہ نہایت عجیب باتیں ہیں۔ مگر موجودہ روشنی اور تعلیم کے زمانہ میں بھی جو لوگ ان پر یقین رکھتے۔ اور ایسی کتب کا ماننا اپنا مذہبی فرض سمجھتے ہیں۔ وہ اور بھی زیادہ عجیب نوعیت کے ہیں۔ در اصل ایسے لوگ تو ایک حد تک معذور بھی قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ اندھیرے میں پڑے ہیں۔ ان کی عقل و سمجھ کو بیدار کرنا ہمارا فرض ہے ؛

---

۴۲ ہاں یہ ایک ضروری رسم سمجھی جاتی تھی کہ اگر کوئی شخص کسی سے عداوت یا بیر رکھتا۔ تو اپنے چھوٹے بچے کو اس کے مکان کے دروازے پر لیجا کر چبا جاتا۔ ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا۔ حکومت انگریزی نے اس خونی رسم کا انسداد کیا ہے۔ ان تمام اقوام کو انسانیت سکھانا۔ بلکہ باخدا انسان بنانا جماعت احمدیہ کا فرض ہے ؛

فضیلتِ اسلام

بہشت اور دوزخ کے متعلق اسلام کی تعلیم

اِسلام کے کامل اور دائمی مذہب ہونے کا ایک بہت بڑا ثبوت یہ بھی ہے۔ کہ وہ اہم مسائل اور نہایت ضروری عقائد جن کا ذکر تو تمام مذاہب میں مختلف رنگوں میں پایا جاتا ہے۔ لیکن انکی قابل فہم تشریحات اور تفصیلات کا کوئی پتہ نہیں ملتا۔ انہیں نہایت عام فہم رنگ میں دلائل کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اس کی ایک مثال ہم ذیل کی سطور میں ناظرین کرام کے سامنے رکھتے ہیں۔

مرنے کے بعد کی زندگی

دنیا کا ہر ایک مذہب مرنے کے بعد دوسری زندگی کا قائل ہے۔ اور اس میں اس زندگی کے متعلق یہ بھی بتایا جاتا ہے۔ کہ اچھے اعمال کرنے والوں کو آرام و آسائش کی۔ اور بُرے اعمال کرنے والوں کو رنج و مصیبت کی زندگی بسر کرنی پڑیگی۔ لیکن اتنے اہم اور ضروری مسئلہ کو دلائل سے ثابت کرنے کے لئے کچھ نہیں کیا گیا۔ ان کے مقابلہ میں اسلام نے دوسری زندگی کو علمی رنگ میں پیش کیا۔ اور اس کے متعلق ایسے براہین اور دلائل دیئے ہیں۔ کہ ہر ایک سلیم الفطرت انسان ان سے فائدہ اٹھا سکتا۔ اور مرنے کے بعد کی زندگی کو خوشگوار بنانے کی کوشش کر سکتا ہے۔

قرآن میں بہشت و دوزخ کا ذکر

اِسلام نے مرنے کے بعد کی آرام دہ اور کامیاب زندگی کا نام بہشت اور تکلیف دِہ حالت کا نام دوزخ رکھا ہے۔ اور ان دونوں حالتوں کو نہایت ذہن نشین رنگ میں پیش کیا ہے۔ مثلاً بہشت و دوزخ کے متعلق قرآن کریم میں آتا ہے۔ من کان فی ھٰذہٖ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی یعنی جو انسان اس زندگی میں اندھا ہے۔ وہ دوسری زندگی میں بھی اندھا ہوگا۔ یہ تو صاف ظاہر ہے۔ کہ اس آیت میں مادی آنکھوں کا اندھا مراد نہیں۔ کیونکہ مادیات کا تعلق صرف اسی دنیا سے ہے۔ آخرت میں نہ یہ مادی آنکھیں ہونگی۔ اور نہ ان سے دیکھنے کی ضرورت ہوگی۔ وہاں تو ان لوگوں کی بھی یہ آنکھیں نہ ہونگی۔ جو اس دنیا میں ان سے دیکھتے ہیں۔ پس اس آیت میں ظاہری آنکھوں سے محروم انسان مراد نہیں۔ بلکہ روحانی آنکھوں سے محروم انسانوں کا ذکر ہے۔ اور یہ بتایا گیا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی ذات اور دوسرے عالم کے لذات کے آثار محسوس کرنے اور دیکھنے کے لئے اسی جہان میں حواس اور آنکھیں ملتی ہیں۔ مگر جس کو اس جہان میں ایسے احساس اور ایسی آنکھیں نہ ملیں۔ اسے پہلے پہل وہاں بھی نہ ملینگی۔

یہ بات ہر سمجھ و عقل رکھنے والے انسان کو اِس طرف متوجہ کرتی ہے۔ کہ اس کا فرض ہے۔ کہ وہ ان حواس اور ان آنکھوں کے حاصل کرنے کے لئے اسی عالم اور اسی زندگی میں سعی اور کوشش کرے۔ تاکہ دوسرے عالم میں بینا اُٹھے۔

اسی طرح عذاب اُخروی کی حقیقت اور فلسفہ بیان کرتے ہوئے قرآن کریم فرماتا ہے۔ نار اللّٰہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ یعنی اللہ تعالیٰ کا عذاب ایک آگ ہے۔ جسے وہ بھڑکاتا ہے۔ اور انسان کے دل پر اس کا شعلہ بھڑکتا ہے۔

دنیا میں دوزخ

اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ عذاب الہٰی اور جہنم کی اصل جڑ انسان کا اپنا ہی دل ہے۔ اور دل کے ناپاک خیالات اور گندے ارادے اور عزائم اس جہنم کا ایندھن ہیں۔ جب کوئی انسان سیدھے راستہ کو چھوڑ کر ضلالت اور گمراہی کے گڑھے میں جا گرتا ہے۔ بداعمالیوں اور بدکرداریوں میں مبتلاء ہو جاتا ہے۔ تو وہ اسی دنیا میں محسوس کرنے لگتا ہے۔ کہ دن رات اس کا دل ایک آگ میں جل رہا۔ اور اس کے شعلوں کی لپیٹ میں آرہا ہے۔ در اصل بات یہ ہے۔ کہ جب انسان جذبات نفس اور دیگر شہوات میں مبتلاء اور اسیر ہو جاتا ہے۔ تو چونکہ وہ طبعی تقاضوں کو اخلاقی حالت میں نہیں لاتا۔ اس لئے ان شہوات کی غلامی اور گرفتاری ہی اس کے لئے جہنم بن جاتی ہے۔ اور ان ضرورتوں کے حصول میں مشکلات کا پیش آنا اس پر ایک خطرناک عذاب کی صورت ہو جاتی ہے۔

دُنیا میں جنّت

اس کے مقابلہ میں جو انسان اپنی ہر خواہش اور ہر آرزو خدا تعالےٰ کے احکام کے مطابق اور اس کی رضاء کے ماتحت لے آتا ہے۔ اور ان صلوٰتی و نسکی و محیای و مماتی للّٰہ رب العٰلمین کا جلوہ اس کے تمام اعمال میں نظر آتا ہے۔ اس کے دل کو ایسا اطمینان اور سکینت حاصل ہو جاتی ہے۔ کہ دنیا کی بڑی سے بڑی تکلیف بھی اسے رنجیدہ نہیں کر سکتی۔ اور وہ اسی دنیا میں بہشتی زندگی حاصل کر لیتا ہے۔

اخروی بہشت اور دوزخ کا ثبوت

یہ دونوں حالتیں اسی دنیا میں اس بات کا ثبوت ہیں۔ کہ وہ انسان جو خدا تعالےٰ کے احکام کے مطابق اور اس کے فرستادوں کی تعلیم کے ماتحت آرام اور اطمینان کی زندگی بسر کرتا ہے۔ اسے دوسری دنیا میں اور اخروی زندگی میں بھی آرام اور سکینت کی زندگی حاصل ہوگی۔ لیکن وہ جو اس دنیا میں ایسی حالت میں رہتا ہے۔ کہ اس کا دل ہر وقت آگ میں جلتا رہتا ہے۔ اس کے قلب سے آگ کے شعلے نکلتے رہتے ہیں اسے دوسری زندگی میں بھی ضرور آگ سے واسطہ پڑیگا۔

قرآن کی فضیلت

پس قرآن کریم نے جنت و دوزخ کی جو حقیقت بیان کی ہے۔ وہ کسی مذہب کی الہامی کتب نے بیان نہیں کی۔ قرآن نے صاف طور پر بتا دیا ہے۔ کہ جنت و دوزخ کا سلسلہ اسی دنیا سے شروع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ ولمن خاف مقام ربہٖ جنّتان یعنی جو شخص خدا تعالےٰ کے حضور حاضر ہونے سے ڈرا۔ اس کے واسطے دو بہشت ہیں۔ ایک بہشت اسی دنیا کا۔ اور دوسرا اخروی زندگی کا۔ کیونکہ ایسے شخص کو خدا تعالےٰ کا خوف بُرائیوں سے روکتا ہے۔ اور بدیوں میں مبتلاء ہونے سے دل میں جو آگ بھڑکتی ہے۔ اس سے بچاتا ہے۔ پس جو شخص خدا سے خوف کھاتا ہے۔ وہ اس عذاب اور درد سے تو دم نقد بچ جاتا ہے۔ جو شہوات اور جذبات نفسانی کی غلامی اور اسیری سے پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ خدا تعالےٰ کے احکام کی بجا آوری کی طرف زیادہ متوجہ ہوتا ہے۔ جس سے ایک خاص لذت اور سرور اسے عطا ہوتا ہے۔ اور اس طرح بہشتی زندگی اسی دنیا سے اس کی شروع ہو جاتی ہے۔ اس کے خلاف کرنے سے جہنمی زندگی کا مزا چکھنا پڑتا ہے۔

پس اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جو اسی زندگی میں بہشت کی سیر کرا دیتا اور دوزخ کی علامات محسوس کرا دیتا ہے۔ اور اگلی زندگی کے متعلق وہ باتیں جو دیگر مذاہب کی مذہبی کتب میں قصے کہانیوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔ انہیں پایہ ثبوت تک پہنچاتا ہے۔

اسلام کا احسان

یہ اسلام کا احسان عظیم ہے۔ ساری مذہبی کتابوں اور تمام مذہبی پیشواؤں پر۔ کہ ان کی تعلیموں کو جو قصہ کے رنگ میں تھیں۔ علمی رنگ دے دیا ہے۔ اور اس طرح اسلام کے متعلق ثابت کر دیا ہے۔ کہ ؎

اب آسمان کے نیچے دینِ خدا یہی ہے،

دنیا ہی میں جنت حاصل کرنے کی خواہش رکھنے والوں کو چاہیئے۔ کہ اسلام کی مکمل اور بے مثال تعلیم پر چلیں۔ اور اسی زندگی میں بہشتی زندگی کا لطف اٹھائیں۔ ورنہ جو مذاہب بہشت و دوزخ کی حقیقت ہی بیان نہیں کر سکتے۔ ان کے متعلق یہ توقع کیونکر کی جا سکتی ہے۔ کہ وہ بہشت حاصل بھی کرا سکتے ہیں۔ در اصل جب تک اسی دنیا میں بہشت کے آثار محسوس نہ ہوں۔ اور قلب میں اطمینان اور سکون حاصل نہ ہو۔ اسوقت تک یہ سمجھا ہی نہیں جا سکتا۔ کہ جس رستہ پر انسان چل رہا ہے۔ وہ اسے منزل مقصود تک پہنچا ئیگا۔ جو مذاہب اس بات کا اطمینان نہ دلا سکتے ہوں۔ ان کے پیرووں کو اپنی آخرت کی فکر کرنی چاہیئے۔ اور آخرت کی فوز اور فلاح کا اسی دنیا میں اطمینان دلانے والا مذہب اسلام اختیار کر لینا چاہیئے ؛

مراسلات

حافظ احمد الدین صاحب مرحوم

موضع گجو چک میں جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھنے والے جناب حافظ احمد الدین صاحب بروز جمعرات ۱۴ مئی کی رات کو فوت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حافظ صاحب مرحوم کو اخبار الفضل سننے کا بڑا شوق تھا۔ میں ان کو اخبار سنانے کے لئے ان کے ہاں چلا جایا کرتا تھا جلسہ سالانہ سے پیشتر بہت بیمار ہو گئے تھے۔ اس وقت میں نے ان کی زبانی ان کے مختصر حالاتِ زندگی قلمبند کئے۔ جو احباب کی خدمتیں پیش کئے جاتے ہیں۔

حافظ صاحب مرحوم موضع کھنانہ ضلع گجرات میں ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے بچپن میں ان کی بینائی چیچک کی وجہ سے جاتی رہی قرآن کریم پڑھنے کا چونکہ انہیں بہت شوق تھا۔ اس لئے بھیرہ ضلع شاہ پور میں میراں سید محمد صاحب کی خانقاہ محلہ پراچہ میں اپنے استاد خدابخش صاحب و غلام محمد صاحب سے حفظ کیا۔ قرآن کریم کے پڑھنے کی قرأت بہت عمدہ طور سے اور بہت طریق سے ادا کرتے تھے۔ اور کچھ فارسی اور عربی کی کتابیں سنکر بھی علم حاصل کیا تھا آخر موضع گجو چک آ گئے۔ اور وہاں لوگوں کو قرآن کریم پڑھانا شروع کر دیا۔ اس گاؤں میں تعلیم اور جماعت احمدیہ انہی کے وجود مبارک سے قائم ہوئی۔

جب ترگڑی میں عیسائی مشن قائم ہوا۔ تو فرماتے میرے پاس بہت سے عیسائی پادری آ کر سلسلہ پر اعتراض کرنے لگے اور آہستہ آہستہ ان کا اثر مجھ پر غالب ہونے لگا۔ اور اسلام سے نفرت ہونے لگی۔ ان اعتراضات کو گوجرانوالہ کے چند مولویوں کے سامنے پیش کیا۔ مگر ان سے تسلی نہ ہوئی۔ دل میں بہت تشویش پیدا ہو گئی۔ کہ اب کیا ہو۔ کسی نے بٹالہ میں جانے کی صلاح دی۔ وہاں گیا۔ تو مولوی محمد حسین صاحب سے بھی کچھ حاصل نہ ہو سکا۔ اس نے قادیان جانے کی صلاح دی۔ اس وقت وہ مخالف نہ تھا۔ بٹالہ سے قادیان پہنچا۔ حافظ حامد علی صاحب سے ملا۔ ان سے محبت ہو گئی پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی ملاقات ہوئی۔ آٹھ روز رہا۔ حضرت صاحب سے مل کر نمازیں پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ بہت سی باتیں اور آیات حل کرائیں۔ حضرت اقدس کی صحبت میں رہنے سے عیسائیت کا اثر کافور ہو گیا۔ بیعت کے لئے عرض کیا۔ حضرت اقدس نے فرمایا۔ ابھی بیعت کا کوئی حکم نہیں ملا۔

حافظ صاحب قادیان سے گجو چک آ گئے۔ اور یہاں کے لوگوں کو حضرت اقدس کی ملاقات کی باتیں سنائیں۔ جس سے لوگ بہت خوش ہوئے۔ بعد ازاں جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیعت لینے کا اعلان کیا۔ تو حافظ صاحب نے قادیان پہنچ کر بیعت کی۔ اور پھر واپس آ گئے۔ اور پہلے کی طرح لوگوں کو حالات سنانے اور بیعت کرنے کا ذکر کیا۔ اس پر بہت سے لوگ مخالف ہو گئے اور سخت تکلیف دی۔ بائیکاٹ کر دیا۔ حافظ صاحب کی رہائش تنگ ہو گئی۔ بعد ازاں طاعون سے سخت معاند ہلاک ہو گئے۔ ایک شخص نے تین غلیظ فحش گالیاں دیں۔ وہ شخص تین دنیں طاعون سے چل بسا۔ غلام حیدر صاحب نمبردار نے نہ تو اسوقت مخالفت کی۔ اور نہ ہی برا بھلا کہا۔ کچھ عرصہ بعد وہ خود احمدی ہو گیا۔ پھر ساری اولاد مرد و عورتیں احمدی ہو گئے۔ حافظ صاحب کا کھانا پینا ان کے گھر میں رہا۔ ان کے گھر سے ہی ان کا جنازہ نکلا

حافظ صاحب کو جناب چودہری نصر اللہ خان صاحب مرحوم سے بہت محبت تھی۔ حافظ صاحب کو چودہری صاحب خاص طور پر ڈسکہ بلا لیتے۔ اور ان سے قرآن کریم کا دور کرتے حافظ صاحب نے چودہری صاحب کے فوت ہو جانے کا بہت صدمہ محسوس کیا۔ حافظ صاحب بہت صالح اور تہجد گزار تھے۔ اور قرآن کریم کی تلاوت ان کی غذا تھی ؂

(مرزا محمد حسین احمدی ساکن ترگڑی)

پادری برکت اللہ صاحب توجہ کریں

یکم جون ۱۹۳۱ء کو خاکسار نے پادری برکت اللہ صاحب مشنری فتح گڑھ چوڑیاں کے نام ایک مراسلہ ارسال کیا تھا جس میں ان کو مناظرہ کے لئے کھلا چیلنج دے کر عرض کی تھی۔ کہ آپ خود میدان مناظرہ میں نکلیں۔ یا کسی اور صاحب سے جسکو چاہیں۔ مناظرہ کے لئے تیار کریں۔ موضوع مناظرہ حسب ذیل ہوگا۔ (یسوع مسیح کی شخصیت از روئے بائیبل) اس میں شرط یہ ہوگی۔ کہ کوئی فریق بھی بائیبل سے باہر نہ جائے۔ میرا مدعا قرآن مجید کی صداقت کو ظاہر کرنا ہوگا مقام مناظرہ وہی منظور ہو سکتا ہے۔ جو آپ تجویز کریں۔ ہم بلا تامل اسی جگہ حاضر ہو جائیں گے۔ اور اگر ہمارے مقرر کردہ مقام پر آپ تشریف لائیں۔ تو ہمیں بڑی خوشی ہوگی۔

مضمون بالا پادری صاحب موصوف کی خدمت میں بھیجے ہوئے کئی دن ہو چکے ہیں۔ مگر آج تک منظوری کی اطلاع موصول نہیں ہوئی۔ خدا جانے انہیں جواب دینے میں تامل کیوں ہے۔ پس براہِ کرم پادری برکت اللہ صاحب توجہ کریں۔ اور بہت جلد جواب سے ممنون فرمائیں۔ ہماری مدتوں کی کوششوں کے بعد عیسائی صاحبان میں کچھ حرکت پیدا ہوئی تھی۔ مگر وہ بھی مفقود ہوتی نظر آتی ہے

خاکسار عبد الکریم ناقد
سیکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ پٹھانکوٹ

خبردار!!

کسی دہوکہ باز نے ایک جعلی تار از جانب ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب معرفت سراج الدین صاحب میکلوڈ روڈ لاہور دے کر جناب نواب اکبر یار جنگ حیدر آباد دکن سے مبلغ یکصد روپیہ بذریعہ تار منی آرڈر منگوا کر وصول کر لیا ہے۔ ڈاک خانہ کی رسید واپس جانے پر نواب صاحب نے پہچانا۔ کہ یہ دستخط مفتی صاحب کے نہیں ہیں۔ نہ مفتی صاحب کبھی لاہور میں اس پتہ پر مقیم ہوئے۔ اور نہ انہیں کچھ معلوم ہے۔ کہ یہ سراج الدین کون ہے۔ احباب تار کے ذریعہ روپیہ بھیجنے کے معاملہ میں احتیاط سے کام لیا کریں۔ اور ایسے دہوکہ بازوں سے بچتے رہیں۔

میکلیگن کالج کے قضیہ کے متعلق جلسہ

۱۰ جون شب کو ایک پبلک جلسہ زیر اہتمام جماعت احمدیہ باغ بیرون دہلی دروازہ زیر صدارت سید حلال شاہ صاحب بخاری سابق ایڈیٹر مسلم آؤٹ لک منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم مجید کے بعد ملک عبد الرحمن صاحب خادم بی۔ اے۔ نے تقریر کی۔ پھر مولوی اللہ دتا صاحب فاضل جالندہری کی تقریر ہوئی جس میں آپ نے فرمایا۔ کہ قوموں پر ہمیشہ دو وقت آیا کرتے ہیں۔ ایک صلح کا اور دوسرا جنگ کا۔ اور ہر شخص کو چاہیئے۔ کہ موقعہ کے مطابق اسکی نوعیت کو پہچانتے ہوئے اپنے آپکو تیار رکھے۔ اب جو حالات رونما ہوئے ہیں۔ اور جن کے باعث ۵۹ مسلمان طلباء کے مستقبل خطرہ میں ہیں ہمیں چاہیئے۔ کہ ایسے وقت میں متحد ہو کر ان کی امداد کریں مسلمانوں کو منظم ہونا چاہیئے۔ اب بیداری کا وقت ہے۔ اگر اب بھی آپ نہ جاگے۔ تو آپ کا بھی وہی حشر ہوگا۔ جیسا کہ ہسپانیہ والوں کا ہوا۔

بعد ازاں میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق نے مسدس حالی سے چند بند پڑھ کر سنائے۔ اور مسئلہ چھوت چھات پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ مسئلہ مسلمانوں کو ذلیل کرنے کے لئے بنایا گیا ہے ورنہ ہندو مذہب میں داخل نہیں ہے۔ اور اس بات پر زور دیا۔ کہ ہمیں ہندوؤں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرنا چاہیئے جیسا کہ وہ ہمارے ساتھ روا رکھتے ہیں۔

صاحب صدر نے مندرجہ ذیل ریزولیوشن پبلک کے سامنے پیش کئے۔ جو متفقہ طور پر پاس ہوئے۔

(۱) یہ جلسہ کیپٹن دھنگر کے ظلم آزار رویہ کے خلاف اظہار نفرت کرتا ہے۔ اور اس معاملہ میں گورنمنٹ کے بے محل سکوت کو بھی استعجاب کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اور گورنمنٹ سے پر زور مطالبہ کرتا ہے۔ کہ وہ مسلم طلباء اور قوم کی جائز مشکلات کا بلا توقف مزید انسداد کرے۔

(۲) یہ جلسہ ہندو پریس اور اخبارات کے معاندانہ رویہ کے متعلق جو علی العموم مسلمانوں کے خلاف ظاہر کیا جاتا ہے۔ اور اب میکلیگن انجنیئرنگ کالج اور ۲۴ رسول انجنیئرنگ کالج کے معاملہ میں علی الخصوص ظاہر کیا گیا ہے۔ اظہار نفرت کرتا ہے۔ مسلمانوں سے درخواست کرتا ہے کہ وہ ایسے پریس کو مقبول کر رہا اور ایسے اخبارات کی تائید اور امداد میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھیں۔ (۳) یہ جلسہ مسلمانوں سے درخواست

فہرست نو مبائعین بابت سنہ ۱۹۳۱ء

نمبر	نام	پتہ
۱۲۱۱	محمد شریف صاحب	ضلع شیخوپورہ
۱۲۱۲	بھاگا صاحب	〃 〃
۱۲۱۳	محمد حسین صاحب	〃 〃
۱۲۱۴	احمد دین صاحب	پونچھ سٹیٹ
۱۲۱۵	کمال دین صاحب	ضلع جالندھر
۱۲۱۶	جیونی زوجہ کمال الدین صاحب	ضلع جالندھر
۱۲۱۷	محمد لال دین صاحب	پونچھ سٹیٹ
۱۲۱۸	چوہدری مہتاب الدین صاحب	لکھنؤ
۱۲۱۹	محمد نواز خاں صاحب	ضلع گوجرانوالہ
۱۲۲۰	محمد شریف صاحب	〃 〃
۱۲۲۱	محمد نذیر صاحب	〃 〃
۱۲۲۲	محمد عظیم صاحب	〃 شاہ پور
۱۲۲۳	منور خاں صاحب	کرنال
۱۲۲۴	مہر غلام محمد صاحب	ریاست بہاولپور
۱۲۲۵	محمد بی بی صاحبہ	〃 〃
۱۲۲۶	عزیزہ بی بی صاحبہ	〃 〃
۱۲۲۷	علی محمد صاحب	〃 〃
۱۲۲۸	عالم بی بی صاحبہ	〃 〃
۱۲۲۹	مہر اللہ رکھا صاحب	〃 〃
۱۲۳۰	دولت بی بی صاحبہ	〃 〃
۱۲۳۱	راجن بی بی صاحبہ	〃 〃
۱۲۳۲	اہلیہ محمد الدین صاحب	〃 〃
۱۲۳۳	اہلیہ خورشید احمد صاحب	〃 〃
۱۲۳۴	دین محمد صاحب	〃 جھنگ
۱۲۳۵	خیر محمد صاحب	〃 سیالکوٹ
۱۲۳۶	راج بی بی صاحبہ	〃 〃
۱۲۳۷	شریف احمد صاحب	〃 〃
۱۲۳۸	مالک علی صاحب	〃 〃
۱۲۳۹	رحمت خاں صاحب	〃 〃
۱۲۴۰	محمد خاں صاحب	〃 〃
۱۲۴۱	ایوب خاں صاحب	〃 〃
۱۲۴۲	محمد شریف صاحب	〃 〃
۱۲۴۳	حاکم علی صاحب	〃 〃
۱۲۴۴	ثناء اللہ صاحب	〃 〃
۱۲۴۵	خورشید عالم صاحب	〃 〃
۱۲۴۶	عائشہ بی بی والدہ خورشید عالم صاحب	ضلع سیالکوٹ
۱۲۴۷	محمد شفیع صاحب	〃 〃
۱۲۴۸	رسول بی بی صاحبہ	〃 〃
۱۲۴۹	نبی بخش صاحب	ضلع ہوشیارپور
۱۲۵۰	حکیم محمد رمضان صاحب	〃 شاہ پور
۱۲۵۱	غلام محمد صاحب	〃 ملتان
۱۲۵۲	اللہ دتا صاحب	〃 〃
۱۲۵۳	جنت بی بی صاحبہ	〃 〃
۱۲۵۴	نظیرن صاحبہ زوجہ مولوی حسین بخش صاحب	ضلع ہمیرپور۔ یو۔ پی
۱۲۵۵	سکینہ صاحبہ زوجہ نذیر احمد خان صاحب	ضلع ہمیرپور۔ یو۔ پی
۱۲۵۶	سلطان النساء صاحبہ	ضلع ہمیرپور۔ یو۔ پی
۱۲۵۷	فخر النساء صاحبہ	〃 〃 〃
۱۲۵۸	فتح محمد صاحب	〃 ملتان
۱۲۵۹	اللہ دتا صاحب	〃 شاہ پور
۱۲۶۰	عبد الرحیم صاحب	〃 〃
۱۲۶۱	عبد الکریم صاحب	〃 〃
۱۲۶۲	جلال صاحب	〃 〃
۱۲۶۳	عبد الحکیم صاحب	〃 〃
۱۲۶۴	ستاں زوجہ عبد الکریم صاحب	〃 〃
۱۲۶۵	عبد الکریم صاحب	〃 〃
۱۲۶۶	عبد الرحیم صاحب	〃 〃
۱۲۶۷	سرداراں دختر عبد الحکیم صاحب	〃 〃
۱۲۶۸	عبد الرشید صاحب	〃 〃
۱۲۶۹	عبد الغفور صاحب	〃 〃
۱۲۷۰	الہ دین صاحب	〃 〃
۱۲۷۱	راجاں اہلیہ الہ دین صاحب	〃 〃
۱۲۷۲	مہتاباں صاحبہ	〃 〃
۱۲۷۳	حسو جان صاحبہ	〃 〃
۱۲۷۴	بسراں بی بی صاحبہ	〃 〃
۱۲۷۵	عبد الرحمن صاحب	〃 〃
۱۲۷۶	محمد الدین صاحب	〃 〃
۱۲۷۷	اللہ جوائی صاحبہ	〃 〃
۱۲۷۸	کیسراں صاحبہ	〃 〃
۱۲۷۹	دولتاں صاحبہ	ضلع شاہ پور
۱۲۸۰	غلام بی بی صاحبہ	〃 〃
۱۲۸۱	امیر صاحب	〃 〃
۱۲۸۲	مہراں زوجہ امیر صاحب	〃 〃
۱۲۸۳	نذیر صاحب	〃 〃
۱۲۸۴	امرائی صاحبہ	〃 〃
۱۲۸۵	عبد الحفیظ صاحب	〃 〃
۱۲۸۶	حاجی اللہ دتا صاحب	〃 〃
۱۲۸۷	سلطان صاحب	〃 〃
۱۲۸۸	سرداراں صاحبہ	〃 〃
۱۲۸۹	غلام بی بی صاحبہ	〃 〃
۱۲۹۰	سراب بی بی صاحبہ	〃 〃
۱۲۹۱	امام بی بی صاحبہ	〃 〃
۱۲۹۲	سرداراں صاحبہ	〃 〃
۱۲۹۳	بیوی صاحبہ	〃 〃
۱۲۹۴	محمد امین صاحب	〃 〃
۱۲۹۵	بھاگاں صاحبہ	〃 〃
۱۲۹۶	عبد القدیر صاحب	〃 〃
۱۲۹۷	خدیجہ زوجہ عبد الکریم صاحب	〃 〃
۱۲۹۸	غلام عائشہ صاحبہ	〃 〃
۱۲۹۹	عبد الحفیظ صاحب	〃 〃
۱۳۰۰	مسماۃ فتح بیوہ محمد الدین صاحب	〃 〃
۱۳۰۱	مسماۃ فتح صاحبہ	〃 〃
۱۳۰۲	بہادر ولد الہ داد صاحب	〃 〃
۱۳۰۳	خاتون صاحبہ	〃 〃
۱۳۰۴	صوباں صاحبہ	〃 〃
۱۳۰۵	جندا صاحب	〃 〃
۱۳۰۶	فضل دین صاحب	〃 〃
۱۳۰۷	میراں صاحب	〃 〃
۱۳۰۸	ست بھرائی صاحبہ	〃 〃
۱۳۰۹	احمد دین صاحب	〃 〃
۱۳۱۰	فتح بی بی صاحبہ	〃 〃
۱۳۱۱	ہدایت صاحب	〃 〃
۱۳۱۲	مرائی صاحبہ	〃 〃
۱۳۱۳	نور الہی صاحب	〃 〃
۱۳۱۴	مسماۃ مصری صاحبہ	〃 〃
۱۳۱۵	جان محمد صاحب	〃 〃
۱۳۱۶	پناہ بی بی صاحبہ	〃 〃
۱۳۱۷	اقبال بیگم صاحبہ	〃 〃
۱۳۱۸	ہدایت خدا یار صاحب	ضلع شاہ پور
۱۳۱۹	غلام رسول صاحب	〃 〃
۱۳۲۰	دلاں بی بی صاحبہ	〃 〃
۱۳۲۱	عطاء محمد صاحب	〃 〃
۱۳۲۲	راجاں بی بی صاحبہ	〃 〃
۱۳۲۳	بشیر احمد صاحب	〃 〃
۱۳۲۴	علی احمد صاحب	〃 〃
۱۳۲۵	ملکھاں صاحبہ	〃 〃
۱۳۲۶	غلام فاطمہ صاحبہ	〃 〃
۱۳۲۷	محمد حیات صاحب	〃 〃
۱۳۲۸	بھاگاں صاحبہ	〃 〃
۱۳۲۹	دوست محمد صاحب	〃 〃
۱۳۳۰	میراں بی بی صاحبہ	〃 〃
۱۳۳۱	حیاتاں بی بی صاحبہ	〃 〃
۱۳۳۲	محمد اسلم صاحب	〃 〃

ندائے ایمان نمبر ۳ کے متعلق اعلان

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا تحریر فرمودہ تبلیغی اشتہار ندائے ایمان نمبر ۳۔ اپنے اثر کے لحاظ سے جس قدر ضروری اور اہم ہے اس کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ اس کی اشاعت کی طرف احباب نے پوری توجہ نہیں کی۔ اور بہت سی کاپیاں ابھی تک دفتر میں موجود ہیں۔ احباب کرام کو یہ اشتہارات ان ہدایات کے مطابق تقسیم کرنے چاہئیں۔ جو ابتداء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے دی تھیں۔ اور کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ جو اصحاب پہلے ندائے ایمان نمبر ۱ نمبر ۲ پڑھ چکے ہیں۔ ان تک نمبر ۳ بھی پہنچ جائے۔ کیونکہ ایک خاص ترتیب کے ماتحت یہ شائع ہو رہے ہیں اور ان کا پورا اثر اسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ کہ مسلسل مطالعہ میں آئیں۔ پس احباب کو اس طرف جلد توجہ کرنی چاہیئے۔ اور تبلیغی اشتہارات نظارت دعوت و تبلیغ سے منگا کر ان کی تقسیم کا مناسب انتظام کرنا چاہیئے۔

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

—— ۱۳ جون کو مغلپورہ کالج کے قضیہ کے سلسلہ میں لاہور میں ایک جلوس نکالا گیا۔ ہر طبقہ اور ہر خیال کے پچاس ہزار مسلمان اس میں شریک ہوئے۔ مختلف بازاروں میں سے گذرنے کے بعد میاں عبدالعزیز صاحب صدر بلدیہ کی صدارت میں جلسہ ہوا۔ جس میں بہت زوردار تقریریں کی گئیں۔ بعض مقررین تے خواہ مخواہ فیصلہ نہ ہونے کی صورت میں سول نافرمانی شروع کرنے بلکہ علانیہ بم بنانے کی دھمکیاں دیں۔

—— شملہ ۱۴ جون۔ پنجاب گورنمنٹ نے اعلان کیا ہے۔ کہ ایک کمیٹی مقرر کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ جو ان واقعات کی تحقیقات کرے گی۔ جن کی وجہ سے بعض طالب علم میکلیگن کالج مغلپورہ سے نکل آئے ہیں۔ کمیٹی کے ارکان کے نام بعد میں شائع کئے جائیں گے۔ مسلمانوں کا مطالبہ ہے کہ حسب قاعدہ دوران تفتیش میں پرنسپل کو معطل کر دیا جائے۔ اور کمیٹی آزاد اور غیر سرکاری ہونی چاہئیے۔ جس میں مسلمان ممبر کافی ہوں۔

—— حکومت ہند نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ عنقریب برطانیہ کے لئے ہوائی ڈاک پر جانے والے پوسٹ کارڈ جاری کریگی جن کی قیمت ۴ ہوگی۔ معمولی ساخت کے کارڈ پر ۴ کے ٹکٹ لگا کر بین الاقوامی سرکاری کارڈ پر مزید ۱ کے ٹکٹ لگا کر بھی پوسٹ کیا جا سکے گا۔ تفصیلات بڑے بڑے ڈاک خانوں سے معلوم کی جا سکیں گی۔

—— ۱۳ جون کو سرکاری محکمہ اطلاعات دہلی کے کتب خانہ میں آگ لگ گئی۔ جس سے بہت سے کاغذات اور کتابیں جل گئیں۔

—— توہین قرآن مجید کی تحقیقات کے لئے کشمیری کانفرنس کی طرف سے جو وفد جموں بھیجنے کی تجویز تھی۔ وہ ماسٹر ویک فیلڈ کی اس چٹھی پر دو ہفتہ کے لئے ملتوی کر دیا گیا ہے۔ کہ اس سلسلہ میں میں نے جو تحقیقات کی ہے اس سے مسلمان مطمئن ہیں۔ نیز جن معاملات کا براہ راست حکومت کے ساتھ تعلق ہے۔ ان کے متعلق کسی بیرونی وفد کو تحقیقات کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ شق ثانی کو سیکرٹری صاحب کشمیری کانفرنس نے درست تسلیم نہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ یہ معاملہ تمام مسلمانوں سے تعلق رکھتا ہے۔

—— یو۔ پی گورنمنٹ نے مالی مشکلات کے پیش نظر تمام سرکاری افسروں کی تنخواہوں میں دس فیصدی تخفیف کرنے کا فیصلہ کر دیا۔ اس سے پچاس لاکھ کی بچت ہو جائے گی۔ دوسری حکومتوں کو بھی اس کا تتبع کرنا چاہئیے۔

—— بمبئی کی تازہ ترین اطلاع ہے کہ امریکن روئی کا بھاؤ اچانک گر گیا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ روئی کی تجارت سے تعلق رکھنے والے تیرہ بنکوں کا دیوالہ نکل گیا ہے۔ اس سے بمبئی کی روئی کی منڈی میں ہلچل پیدا ہو گئی ہے۔

—— ۱۸ جون کو مہاراجہ میسور ایک مختصر جماعت کے ساتھ تبت کی یاترا کے لئے روانہ ہوں گے۔ جہاں آپ پرانے بدھ مندر۔ مذہبی درس گاہیں اور خانقاہیں وغیرہ دیکھیں گے۔

—— ناگپور کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ اونچی ذات کے ہندوؤں کی بدسلوکی سے تنگ آ کر ضلع امراوتی کے سو ہندو میتل گر مسلمان ہو گئے ہیں۔ اور دو سو اور تیار ہیں۔ مسلمانوں کو ایسے لوگوں کی سرگرمی کے ساتھ دستگیری کرنی چاہئیے۔

—— ضلع ہوشیارپور کے ایک گاؤں میانی افغاناں میں پٹھان مالکان اور مزارعین میں تنازعہ ہو گیا۔ مالکان نے گولی چلا دی۔ جس سے دس مزارع زخمی ہو گئے۔ گاؤں میں عام ہڑتال ہے۔

—— گاندھی جی آج کل سرحد کے دورہ کی اجازت حاصل کرنے کے لئے حکومت سے خط و کتابت کر رہے ہیں۔

—— ناگپور کے قریب ایک گاؤں پاٹن سوانگی نام میں اتفاقیہ آگ لگ گئی۔ جس سے پھونس کے تین سو گھر جل کر راکھ ہو گئے۔ سینکڑوں آدمی خانماں برباد ہو گئے۔ اور لاکھوں روپیہ کا نقصان ہوا ہے۔

—— جینیوا کی جمعیۃ الاقوام میں ہندوستانیوں کے احتجاج کے باوجود ہندوستانی وفد کا لیڈر اس سال بھی ایک یورپین بنایا گیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ہندوستانی ڈیلیگیٹ اس کے خلاف پروٹسٹ کرنے کے لئے اجلاس سے واک آؤٹ کر گئے۔

—— راؤ صاحب کالا کنکر کے بھائی کو پولیٹیکل سرگرمیوں کی بنا پر گرفتار کر لیا گیا ہے۔

—— برما میں بغاوت روز بروز نازک صورت اختیار کرتی جا رہی ہے۔ اور توقع ہے کہ موسم برسات کے اختتام پر اور شدید ہو جائے گی۔ حکومت ہند وہاں مزید پلٹنیں بھیجنے والی ہے۔

—— اقتصادی مجبوریوں کے باعث گورنمنٹ کشمیر اس امر پر غور کر رہی ہے۔ کہ سارا سال ایک ہی جگہ جموں یا کشمیر حکومت کے دفاتر رہا کریں۔ تا انتقال کے اخراجات بچ سکیں۔

—— بنگال اور آسام میں اقتصادی حالت سخت زبوں ہے روئی نہ ملنے کی وجہ سے لوگ جیوٹ کے پتے کھا کھا کر گذارہ کر رہے ہیں۔ کئی لوگ بھوکوں مر رہے ہیں اور کئی تڑپ رہے ہیں ایک عورت نے اپنے بچہ کی بھوک سے نازک حالت کو دیکھنے کی تاب نہ لا کر اس کا گلا گھونٹ دیا۔

—— برما میں ہندوستانیوں کے خلاف جذبہ نفرت بڑھ رہا ہے۔ اور برمی اخبار بھی اس آتش کو ہوا دے رہے ہیں ان کے گھر جلائے جا رہے ہیں اور مال اسباب لوٹ لیا جاتا ہے۔ ہزارہا ہندوستانی مکانات اور جائدادیں چھوڑ کر واپس آ رہے ہیں۔ ہندوستانیوں سے بھرے ہوئے جہاز ہر روز کلکتہ آ رہے ہیں۔ اگر یہی حالت رہی۔ تو برما بہت جلد ہندوستانیوں سے خالی ہو جائیگا

—— سی۔ پی کے ایک شہر کھاونڈا کی اطلاع ہے کہ ۱۴ جون کو ایک مکان پر دو بم پھینکے گئے۔ جس سے ایک لڑکا ہلاک ہو گیا۔ اور مکان کی چھت بھی اڑ گئی۔ ابھی تک کوئی سراغ نہیں ملا۔ ناکردہ گناہ بچوں کی ہلاکت نہایت کمینہ فعل ہے۔

—— امرتسر میں کانگرسیوں کی باہمی جوتی پیزار کے تصفیہ کے لئے صوبجاتی کانگرس کمیٹی نے ایک بورڈ مقرر کیا تھا۔ جس نے کہہ دیا ہے کہ وہ اس قضیہ کو نہیں نپٹا سکتا۔ لائل پور کے جھگڑا کا اس بورڈ نے تصفیہ کیا تھا۔ گر وہ پھر سے نمودار ہو گیا ہے۔ چنانچہ لائل پور کانگرس کمیٹی کو پراونشل کمیٹی نے ناجائز قرار دے دیا ہے۔ مصالحتی بورڈ مایوس ہو کر توڑ دیا گیا ہے۔

—— جموں ۱۵ جون۔ مہاراجہ صاحب کشمیر نے گذشتہ سال ولایت جانے پر انتظام حکومت کے لئے تین وزراء کی جو کیبنٹ بنائی تھی۔ اور جن میں سے ایک بھی مسلمان نہ تھا۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ اب توڑ دی گئی ہے۔ اور مہاراجہ صاحب نے حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی ہے۔

—— شملہ ۱۵ جون۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ کانپور کو ہوائی ڈاک کا سٹیشن بنانے کے انتظامات کئے جا رہے ہیں۔ کراچی اور کلکتہ میں ہوائی ڈاک کی جو سروس چلے گی۔ وہ کانپور میں اتاری اور چڑھائی جا سکے گی۔

—— افواہ ہے۔ کہ ڈاکٹر کچلو اور سردار بھاگ سنگھ وغیرہ کے خلاف اس الزام میں مقدمہ چلانے کے متعلق غور کیا جا رہا ہے کہ انہوں نے روس کے روپیہ سے ہندوستان میں سوویٹ گورنمنٹ قائم کرنے کی کوشش کی۔

—— شملہ ۱۵ جون۔ انڈین سینڈہرسٹ کمیٹی نے اپنے آج کے اجلاس میں فیصلہ کیا۔ کہ فوجی تعلیم پانے کے تین سالہ نصاب کیلئے ایک امیدوار کا خرچ ۴۰۰۰ روپیہ ہونا چاہئیے۔ اس رقم میں رخصتوں کے اخراجات اور غیر فوجی کپڑوں کے مصارف شامل نہیں ہوں گے۔ نصاب کے متعلق فیصلہ کیا گیا۔ کہ ۹ مہینے پڑھائی اور تین ماہ رخصتیں ہوا کریں۔

—— لندن ۱۳ جون۔ ہندوستان میں غیر ملکی کپڑے کی تجارت میں انحطاط کے باعث انگلستان کا ایک بہت بڑا کارخانہ ومبرا دربند ہو گیا۔ یہ سوتی کپڑے کا سب سے پرانا کارخانہ تھا۔ اور اس میں تین ہزار مزدور کام کرتے تھے۔ اس کارخانہ کو قائم رکھنے کی بڑی کوشش کی گئی۔ ایک بنک نے سابق قرضوں کا سود بھی معاف کر دیا۔ لیکن کوئی کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔ اب مزدوروں نے کام کرنے سے انکار کر دیا۔ اور کارخانہ بند ہو گیا۔

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا ؛